# THE
# SENATE OF PAKISTAN
# DEBATES

*OFFICIAL REPORT*

Monday, July 26, 2010
(63rd Session)
Volume VII No. 01
(Nos. 01- 09)

## CONTENTS


| | | Pages |
|---|---|---|
| 1. | Recitation from the Holy Quran …………………….…………… | 1 |
| 2. | Panel of Presiding Officers…….………………………………… | 2 |
| 3. | Leave of Absence……………..……………………………….. | 2-3 |
| 4. | Condolence Resolution over the Sad Demise of former Senator Qazi Abdul Latif……………………………………………….. | 4 |
| 5. | Condolence Resolution over the Sad Demise of former Senator Mr. Habib Jalib Baloch……………………………………….… | 5 |
| 6. | Fateha…………………………………………………………… | 6 |
| 7. | Speeches of Condolence and Law and Order Situation………….. | 6-47 |



*Printed and Published by the Senate Secretariat, Islamabad.*

**Volume VII** No.01 **SP. VII (01)/2010** 130

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Monday, July 26, 2010

The Senate of Pakistan met in the Senate Hall (Parliament House) Islamabad, at three minutes past five in the evening with Mr. Acting Chairman (Mr. Jan Muhammad Khan Jamali) in the Chair.

----------------

## Recitation from the Holy Quran

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ ۚ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ ۗ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ۔ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔

ترجمہ: اللہ کے دشمنوں کی یہی سزا آگ ہی ہے ان کے لیے اس میں ہمیشہ رہنے کا گھر ہے اس کا بدلہ جو ہماری آیتوں کا انکار کیا کرتے تھے۔ اور کافر کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں وہ لوگ دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا جنوں اور انسانوں میں سے ہم انہیں اپنے قدموں کے نیچے ڈال دیں تا کہ وہ بہت ہی ذلیل ہوں۔ بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو اور نہ غم کرو اور جنت میں خوش رہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ (سورۃ حٰم سجدہ آیات ۲۷ تا ۳۰)

## Panel of Presiding Officers

**جناب قائم مقام چیئرمین:** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پہلے Panel of Presiding Officers announce کر لوں۔

In pursuance of Rule 14 (1) of the Rules of Procedure and Conduct of Business in the Senate, 1988, I nominate the following members in order of precedence to form a panel of presiding officers for the 63rd Session of the Senate of Pakistan:

1. Senator Dr. Khatumal.
2. Senator Abbas Khan Afridi.
3. Senator Syed Zafar Ali Shah.

## Leave Of Absence

**جناب قائم مقام چیئرمین:** مولانا حیدری صاحب! میرے خیال میں پہلے میں leave applications پڑھ لوں۔ پھر ہم condolence کریں گے۔ مولانا حیدری صاحب ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 62 ویں اجلاس کے دوران مورخہ 18 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکے تھے، اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

**جناب قائم مقام چیئرمین:** محترمہ عافیہ ضیاء صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 62 ویں اجلاس میں مورخہ 17 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں اور موجودہ اجلاس میں مورخہ 26 اور 27 جولائی کو بھی اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گی اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: محترمہ کلثوم پروین صاحبہ ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 62 ویں اجلاس کے دوران مورخہ 18 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکی تھیں۔ اس لیے انہوں نے اس تاریخ کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: محترمہ رتنا نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر گزشتہ 62 ویں اجلاس کے دوران مورخہ 9 تا 17 جون کو اجلاس میں شرکت نہیں کی تھی۔ اس لیے انہوں نے ان تاریخوں کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: پروفیسر خورشید احمد نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر حالیہ مکمل اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب عدنان خان صاحب نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر حالیہ مکمل اجلاس کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: حاجی غلام علی صاحب بھی ملک سے باہر ہیں اس لیے انہوں نے 24 جولائی تا 4 اگست ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: کاظم خان صاحب نے ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 26 اور 27 جولائی کے لیے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب ہمایوں خان نے ملک سے باہر ہونے کی بنا پر مورخہ 26 جولائی تا 2 اگست ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے۔ کیا رخصت منظور ہے؟

(رخصت منظور کی گئی)

جناب قائم مقام چیئرمین: جناب محمد افضل سندھو، وزیر مملکت برائے ریلوے نے اطلاع دی ہے کہ وہ ملک سے باہر ہیں اس لیے حالیہ مکمل اجلاس میں شرکت نہیں کر پائیں گے۔ میرے خیال میں trains بھی کم ہو گئی ہیں اور چھٹیاں زیادہ ہو گئی ہیں۔ محترمہ ثمینہ خالد گھرکی صاحبہ نے اطلاع دی ہے کہ وہ ناسازی طبیعت کی بنا پر آج مورخہ 26 جولائی کو اجلاس میں شرکت نہیں کر سکیں گی۔ مولانا حیدری صاحب! آپ دعائے فاتحہ کرائیں۔

جناب قائم مقام چیئرمین: مولانا حیدری صاحب دعائے فاتحہ کریں۔ سینیٹر عبداللطیف صاحب کے لیے، یہ resolution وسیم سجاد صاحب پیش کریں۔

## Condolence Resolution over the sad Demise of former Senator Qazi Abdul Latif.

Senator Wasim Sajjad (Leader of the Opposition): Since we last met, there have been two very sad incidents. One is the unfortunate passing away of Qazi Abdul Latif. He was a Senator in 1985 and religious scholar of very high order and also a person who had views which helped Senate in formulating many of its clauses and policies and it is a great tragedy. I am sad that he has passed away. So, I would request the House to say Fateha but before that a formal Resolution is being moved.

"This House expresses its deep, profound grief and sorrow over the sad demise of former Senator Qazi Abdul Latif."

Qazi Abdul Latif was a distinguished politician and a seasoned parliamentarian. He was elected to Senate for Khyber Pakhunkhwa Province and remained member of the Senate from 1985 to 1991. He also remained Member of the Majlis-e-Shoora from 1982 to 1985. He was a religious scholar and undertook the divine mission started by his forefathers to impart religious education at Najm-ul-Madaris Karachi. He was a member and provincial office-bearer of Motamer-e-Alam-e-Islami and Editor Tarjaman-ul-

Islam, a weekly magazine sponsored by JUI. He made useful contribution to the discussions in the Senate. Services rendered by him would be long remembered.

This House expresses its deepest sympathies with the bereaved family. We pray to Almighty Allah to shower His infinite blessings and rest his soul in eternal peace (*Ameen*). God may give his family strength and fortitude to bear this irreparable loss.

A copy of this resolution may be sent to the bereaved family.

Mr. Acting Chairman: Thank you, Raza Rabbani Sahib please move the other condolence resolution.

## Condolence Resolution over the sad Demise of former Senator Mr. Habib Jalib Baloch

Senator Mian Raza Rabbani: Sir, this is Resolution about the assassination of Habib Jalib Baloch. He was our colleague and he remained the member of the Senate and who was recently gunned down by assassins in Quetta.

This House expresses its profound grief and sorrow over the sad demise of former Senator Mr. Habib Jalib Baloch. Mr. Habib Jalib Baloch was a distinguished politician, a seasoned parliamentarian. He remained as member of the Senate from the province of Balochistan from 1997 to 1999. Mr. Habib Jalib Baloch was a student Leader and had been the provincial President of the Balochistan Students Organization from 1975 to 1977. He was elected as Secretary General of BSO in 1978-79 and was the Chairman of the BSO from 1979 to 1982. He had also been the General Secretary of the Pakistan Progressive Students Alliance, the Chairman Progressive National Movement and the Secretary General of the BNP after the merger of the BNP and the PNP. He made useful contribution to the discussions in the Senate. Services rendered by him would be long remembered.

This House expresses its deepest sympathies with the bereaved family. We pray to Almighty Allah to shower His infinite blessings and rest his soul in eternal peace (*Ameen*).

A copy of this Resolution may be sent to the bereaved family.

## Fateha

Alongwith this, Mr. Chairman, I would also request the House to offer Fateha for the sad demise and shahadat of Mian Iftikhar's only son, Mian Arshad in the assassination that took place in Pubbi three days ago.

(دعائے فاتحہ پڑھی گئی)

## Speeches of Condolence and Law and Order Situation

**جناب قائم مقام چیئرمین:** جیسے Advisory Committee میں فیصلہ ہوا ہے کہ پارٹی لیڈر تین تین منٹ بات کریں گے تو میرے خیال میں الٹے ہاتھ سے شروع کرتے ہیں۔ راجہ صاحب میرا خیال ہے کہ پہلے ڈاکٹر مالک صاحب کر لیں۔ جی۔

**سینیٹر نیلوفر بختیار:** یہاں جو مسلمان بھائیوں کے لیے فاتحہ ہوئی ہے تو میں یہ چاہوں گی کہ یہ ہاؤس احمدیوں کی عبادت گاہ پر جو اندوہناک واقعہ ہوا ہے۔ اس کو بھی condemn کریں اس میں بھی بہت سارے لوگوں کی جانیں گئیں ہیں۔ ان کی جانوں کا ضیاع ہوا ہے اس کے ساتھ ساتھ میں ہاؤس سے یہ بھی اپیل کروں گی کہ آج کے دن ہم یہ بھی یاد رکھیں کہ ان لوگوں کو اب تک حکومت کی طرف سے کوئی compensation نہیں ملی جو بہت افسوس ناک بات ہے۔

**جناب قائم مقام چیئرمین:** ٹھیک ہے۔ minority کی ذمہ داری ہماری ہے اور افسوس ہوتا ہے ہر انسانی جان کے جانے پر، دل آنسو روتا ہے۔ ڈاکٹر مالک صاحب۔

**سینیٹر ڈاکٹر عبدالمالک:** چیئرمین صاحب! آج میرے لیے مولا بخش دشتی اور جالب صاحب کے لیے کچھ کہنا بڑا مشکل ہو رہا ہے کیونکہ دونوں دوستوں کے ساتھ میں نے اپنی جوانی کے دن گزارے ہیں اور 30/35 سال ہم نے سیاست کی، مارشل لاؤں کے خلاف لڑے، جابروں کے خلاف لڑے۔ مولا بخش دشتی جو PSO کے چیئرمین رہے تھے اور نیشنل پارٹی کا بانی، BNP کا بانی اور میرا

لیڈر، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ مولا بخش دشتی ہو یا جالب ہو، وہ ایک مسلسل جدوجہد پر یقین رکھتے تھے، جمہوری ذہن کے لوگ منطقی زبان استعمال کرتے تھے۔ ایک سیکولر فقہ، ایک ترقی پسندانہ سوچ رکھتے تھے اور آج بلوچستان میں بیشمار مولا بخش اور جالب کے مجھ جیسے شاگرد ہیں جو politics کر رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جالب اور مولا بخش کا جو قتل ہے۔ یقیناً ہر قتل انسانیت کے خلاف قتل ہے لیکن یہ وہ لوگ تھے جو بلوچستان میں ایک middle class leadership کو develop کر رہے تھے۔ عوام کو اور youth کو منظم کر رہے تھے اور یہ انتہائی ایمان دار قسم کے لوگ تھے۔آج بھی جالب کے پاس گاڑی نہیں تھی، مولا بخش جو تربت کا ناظم رہا تھا جب اس کو مارا گیا تو اس کی جیب سے صرف 135/ روپے نکلے۔ We are proud ان دونوں لیڈروں پر، اور میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان میں جو حالات ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کو یہ بات سوچنا پڑے گی۔

میں اسے ڈھکے چھپے انداز میں نہیں رکھوں گا۔ میں واضح طور پر کہتا ہوں کہ ہم نے اس ملک میں جمہوریت کے لیے قربانیاں دی ہیں۔ اس لیے قربانیاں نہیں دی ہیں کہ صرف پاکستان پیپلز پارٹی حکومت کرے۔ ہم نے برے دور میں پاکستان پیپلز پارٹی کو سہارا دیا ہے اور دیں گے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بلوچستان کی حکومت صرف لوٹ کھسوٹ میں ہی لگی رہے، پیسے کمانے کے علاوہ اس کا کوئی کام نہ ہو۔ لوگ مرتے رہیں، اسے پرواہ نہ ہو، اغواء برائے تاوان کے تمام نشانات وزراء کے گھروں تک جائیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر پاکستان پیپلز پارٹی چاہتی ہے کہ اس ملک میں جمہوریت رہے تو good governance پر جائیں، otherwise ہم نے democratically ان کے لیے جدوجہد کی، ہم نے مارشل لاؤں کے خاتمے کے لیے جدوجہد اس لیے نہیں کی ہے، کہ یہاں چار آدمیوں کو وزارتیں مل جائیں اور ہم روزانہ لاشیں اٹھاتے رہیں۔ کبھی نواب اکبر بگٹی کی لاش اٹھائیں، کبھی مولا بخش کی لاش اٹھائیں۔ میں دل سے یہ بات کہتا ہوں کہ جو کچھ یہاں پر ہو رہا ہے اس کو curb کرو۔ یہ نہیں کہ آج نواب اکبر بگٹی مارا جائے یا کل جالب مارا جائے یا مولا بخش۔ میں پاکستان پیپلز پارٹی کے دوستوں سے گزارش کرتا ہوں، خاص طور پر بلوچستان کے حوالے سے جو کچھ ہو رہا ہے، ان کو اپنے رویے تبدیل کرنے پڑیں گے۔ سارے ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں۔ عوام کے لیے ہم چیختے، چلاتے رہتے ہیں، اس کے باوجود سارے پیسے ان کی جیبوں میں جا رہے ہیں۔ کوئی ٹس سے مس نہیں ہو رہا ہے۔ میری آپ سے گزارش ہے۔ میاں صاحب! آپ بیٹھے ہوئے ہیں، بابر اعوان صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، رضا ربانی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، ہم اس طرح سے آپ کی support نہیں کریں گے کہ ہم صرف لاشیں اٹھاتے رہیں اور آپ یہاں

پر کہیں کہ ہم مذمت کرتے ہیں، ہم انکوائری کمیٹی بٹھاتے ہیں۔ ہمیں انکوائریوں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر آپ نے اپنا رویہ تبدیل نہیں کیا اور pro-people نہ بنے، ہم pro-people لوگ ہیں، ہم democratic لوگ ہیں، ہم یہاں پیسے کمانے کے لیے نہیں آئے ہیں، ہم قربانیوں کی پیداوار ہیں۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ پاکستان پیپلز پارٹی اپنا رویہ تبدیل کرے، ورنہ ہمارا رویہ تبدیل ہو جائے گا۔ شکریہ

**جناب قائم مقام چیئرمین:** شکریہ۔ راجہ ظفر الحق صاحب۔

**سینیٹر راجہ ظفر الحق:** بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب چیئرمین!۔ جو دو قراردادیں پیش کی گئی ہیں، حبیب جالب صاحب کے بارے میں اور مولا بخش دشتی صاحب کے بارے میں، قاضی عبداللطیف صاحب کے بارے میں، میں ان کی پوری تائید کرتا ہوں، اس ساتھ ڈاکٹر صاحب نے جذبات کے ساتھ اپنے جن خیالات کا اظہار کیا ہے، میں ان کی بھی پوری تائید کرتا ہوں۔ جن حضرات کو شہید کیا گیا ہے، پوری قوم کو ان کا افسوس ہے اور یہ ایسے لوگ تھے جو تصادم کی سیاست کے قائل نہیں تھے، جو تشدد کے قائل نہیں تھے۔ یہ لوگ پاکستان کو جمہوری پاکستان دیکھنا چاہتے تھے، سارے معاشرے کو کچھ اصولوں پر چلانا چاہتے تھے۔ ان عوامی رہنماؤں کو جس طرح تشدد کر کے ہٹایا گیا ہے اور پرسوں میاں راشد حسین کی شہادت ہوئی اور آج ان کے گھر پر حملہ ہوا، یہ انتہائی افسوسناک ہے لیکن یہ ایک ritual بن گیا ہے۔ آپ دیکھیں ٹیلی ویژن پر پٹیاں چلتی ہیں، فلاں نے مذمت کی، فلاں نے شدید مذمت کی۔ اب یہ بات کافی نہیں رہ گئی۔ ایسے لگتا ہے کہ جیسے حکومت کے پاس اس کام کے علاوہ، آگے سوچ ہی ختم ہو چکی ہے۔ لوگوں کو تحفظ دینے میں حکومت قطعی طور پر ناکام ہو چکی ہے۔ جو پالیسی آج چل رہی ہے، اس کے کوئی مثبت نتائج برآمد نہیں ہو رہے۔ آپ اندازہ کریں کہ کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ law and order صوبوں کا مسئلہ ہے۔ اٹھارھویں ترمیم کے بعد یہ انہی کی ذمے داری ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا نہیں ہے۔ بنیادی طور پر ہر ضلع، ہر ڈویژن، ہر صوبے کی ذمے داری تو ہے لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ پورے ملک کا مسئلہ ہے۔ جو کچھ ہو رہا ہے، وہ پورے ملک کو destabilize کرنے کا کوئی منصوبہ ہے۔ اس میں کون لوگ involve ہیں؟ اندرونی طاقتیں کون سی ہیں؟ بیرونی کون سی طاقتیں ہیں جو پاکستان کو destabilize کرنا چاہتی ہیں؟ اس ذمے داری کو صوبوں میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا۔ کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ایک sect کی دوسرے sect کے خلاف کارروائی ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کسی کو بھی spare

نہیں کیا جا رہا۔ کوئی بھی ان کی دستبرد سے محفوظ نہیں ہے۔ پاکستان کے سترہ کروڑ لوگوں کو آپ بلٹ پروف گاڑیاں مہیا نہیں کر سکتے، نہ سیکورٹی کا وہ نظام چل سکتا ہے۔ اس لیے حکومت کے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں رہ گیا، کوئی اور سوچ نہیں رہ گئی۔آپ کراچی کے اندر دیکھیں، وہاں کے چیف منسٹر کل ہی کہہ رہے تھے کہ وہاں سات سو کے قریب target killings ہو چکی ہیں۔ لوگ مر رہے ہیں۔ معصوم لوگ مر رہے ہیں لیکن نہ کوئی پکڑا جاتا ہے، نہ کسی کی گرفتاری ہوتی ہے، نہ کسی کو عدالت میں لایا جاتا ہے، نہ ان کے sources بند ہوتے ہیں۔ یہ چیزیں کون منظم کر رہا ہے؟ ایک blame game چل رہی ہے۔ ایک پارٹی پریس کانفرنس کرتی ہے اور الزام دوسرے پر لگاتی ہے اور دوسری پارٹی پریس کانفرنس کر کے الزام ان پر لگاتی ہے۔ اس سے تو کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ حکومت میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا فرض ہے کہ عوام کو، اور کوئی چیز ہو نہ ہو، جان کی حفاظت تو فراہم کریں اور اگر یہ نہیں کر سکتے تو اخلاقی طور پر حکومت کرنے کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا۔ پھر یہ کہنا درست نہیں کہ ہم پانچ سال کے لیے آئے ہیں، پانچ سال پورے کریں گے۔آپ پانچ سال پورے کریں یا دس سال پورے کریں، اس میں کسی کو کوئی dispute نہیں ہے لیکن جتنے دن آپ یہاں رہیں، اپنی ذمے داری تو پوری کریں۔ پورے ملک کے وسائل لوگوں نے آپ کے حوالے کیے ہوئے ہیں، ایک contract ہے، ایک معاہدہ ہے کہ آپ ان کی جان کی حفاظت کریں اور اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو کیا آپ لوگوں سے توقع کرتے ہیں کہ وہ سر جھکائے رہیں گے۔آج ایک دہشت گردی کا شکار ہو رہا ہے، کل دوسرا ہو رہا ہے۔ ایسے ممکن نہیں ہے۔ اس لیے میں بڑے دکھ سے کہتا ہوں کہ یا تو حکومت بالکل شل ہو چکی ہے، کوئی واقعہ ہوتا ہے تو صرف مذمت کی جاتی ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ ہم نے order کر دیا ہے کہ اس کی انکوائری کرو اور رپورٹ پیش کرو۔

آج تک جتنی انکوائریاں ہوئی ہیں، ان کا کیا نتیجہ نکلا ہے؟ پالیسی میں کیا بہتری آئی ہے؟ لوگوں کی جانیں کہاں تک محفوظ ہوئی ہیں؟ لوگوں کو کہاں تک احساس تحفظ ملا ہے؟ بالکل نہیں ملا اور جو سینیٹ یا قومی اسمبلی میں بحث ہوتی ہے، خدا کی قسم لوگوں کی نگاہیں اب ان اداروں سے ہٹ چکی ہیں۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی کوئی کمیٹی ہو، ان کا کوئی ہاؤس ہو، joint session ہو، اس کی قراردادیں ہوں، انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کی زندگیوں میں کوئی بہتری نہیں آرہی۔ اس لیے اس نظام کا ہی تحفظ نہیں چاہیے، ملک کا بھی تحفظ اگر کرنا ہے تو پھر اس میں سنجیدگی لانی ہوگی۔ اس میں لوگوں سے مشورہ لینا ہوگا۔ پاکستان میں سارے دماغ شل نہیں ہوئے ہوں گے، سارے لوگ بانجھ نہیں

ہوں گے کہ ان کے پاس کوئی ideas نہیں ہیں۔ اسے صرف وزارت داخلہ پر ہی چھوڑ کر آدمی بیٹھ جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس سے ایک دن بھی گزر سکتا ہے۔ کوئی ایک گھنٹہ بھی محفوظ رہ سکتا ہے۔ ہم نے ان کی بڑی تقریریں سنی ہیں، ہم نے اور لوگوں کی بھی تقریریں سنی ہیں لیکن حالات میں کوئی بہتری نہیں آئی ہے۔ دن بدن ملک ایک دلدل میں دھنستا جا رہا ہے۔ پوری دنیا میں جب یہ خبریں پھیلیں گی، کون یہاں سرمایہ کاری کرے گا؟ کون سا ملک پاکستان کو محفوظ سمجھے گا؟ کس کے دل میں پاکستان کے لیے عزت پیدا ہو گی۔ آپ کا جھنڈا پوری دنیا میں اتنا ہی بلند ہو گا، جتنا اپنے ملک میں ہو گا۔ اگر یہاں ہی حالات ایسے ہوں گے تو پھر آپ دنیا کو کیا منہ دکھائیں گے؟ سب سے پہلی ذمے داری اپنے شہریوں کی ہے۔ میں نے دوچار دفعہ پہلے بھی یہ گزارش کی تھی کہ وزیر اعظم صاحب کی پہلی ذمے داری یہ ہے کہ اس معاملے کو نمٹانے کے لیے وہ لوگوں کو اپنے پاس بلائیں، ان کے ساتھ بیٹھیں۔ اس کے لیے لوگوں سے تجاویز لیں۔ ہمیں پارلیمنٹ میں briefing دی گئی کہ بلوچستان کے معاملات میں انڈیا کا ہاتھ ہے، اگر بلوچستان میں ہے تو باقی جگہوں پر کیسے نہیں ہو گا؟ ہمارے بعض نام نہاد دوست ممالک، یہاں دہشت گردی کرنے والے کو پناہ دیتے ہیں تو ہم ان کی دوستی پر کیسے یقین کریں؟ اتنی بڑی قربانی دینے کے بعد بھی اگر ہمیں do more کہا جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کے جذبات ہمارے ساتھ نہیں ہیں۔ وہ پاکستان کو کس حد تک bleed کرنا چاہتے ہیں؟ وہ اور کتنا خون بہانا چاہتے ہیں؟ کتنے ہی فوجی افسر، جوان اور شہری ہلاک ہو چکے ہیں۔ اب تک ہونے والی ان کی شہادتیں کس کھاتے میں گئی ہیں؟ کیا یہ friends of Pakistan کے ڈالروں کے لیے کیا جا رہا ہے؟ ایسا نہیں ہے۔ آپ قوم کو سچ بتائیں اور کہیں کہ آج سے ہم وہ پالیسی بنائیں گے جو پاکستان کے لیے ہو گی۔ باہر سے آکر کوئی بھی آپ کو dictate نہیں کر سکے گا، اس سے آپ کا قد بڑھے گا، آپ سے خلق خدا خوش ہو گی۔ آپ اپنے فرائض ادا کریں گے تو مخلوق کے علاوہ خالق بھی آپ سے خوش ہو گا لیکن ایسا نہیں ہو رہا۔ ہم ناکامی کی طرف جا رہے ہیں اور اندھیرے کی طرف جا رہے ہیں۔ میں مایوسی کی بات نہیں کر رہا، میں ان feelings کو reflect کر رہا ہوں جو عام آدمی کے ذہن میں ہیں اور وہ عام آدمی کوئی روشنی نہیں دیکھ رہا۔ اس لیے حکومت کے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔

یہ کہہ دینا کہ ہم نے Army Chief کو 2013 تک extension دے دی ہے، ہم سب بھی 2013 تک رہیں گے، یہ give and take عام آدمی کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ آپ جو کچھ بھی کرتے جائیں یا کچھ بھی نہیں کریں گے، کوئی فریضہ بھی ادا نہیں کریں گے اور 2013 تک

چلتے جائیں گے۔ اس طریقے سے آپ 2013 تک گئے بھی تو دنیا آپ کو کس نام سے یاد کرے گی؟ وہ کیا کہیں گے کہ آپ کیا کارروائی کر کے گئے ہیں۔ اس لیے یہ انتہائی سنجیدگی، فکرمندی کا موقع ہے۔ اگر کسی سے مشورہ کرنا ہے تو کیجیے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ بڑائی کی بات ہے کہ آپ کہیں کہ ہم نے یہ اقدامات کیے ہیں، نتائج نہیں نکلے، مشورہ لیجئے کہ آگے کیا کریں۔ ورنہ resolution سے، نہ ہی تقریروں سے یا شدید مذمت کرنے سے یہ معاملہ رک رہا ہے۔ لوگ ضائع ہو رہے ہیں، پاکستان bleed کر رہا ہے، پاکستان تباہ ہو رہا ہے۔ خدا کے لیے! سنجیدگی ظاہر کیجیے، فکرمندی کا اظہار کیجیے اور ایسا plan بنائیے کہ آپ اپنے فرائض ادا کر سکیں۔

**جناب قائم مقام چیئرمین:** شکریہ۔ رحیم مندوخیل صاحب۔

**سینیٹر عبد الرحیم خان مندوخیل:** جناب چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے یہاں حبیب جالب بلوچ کے لیے فاتحہ کی اور ہمیں بات کرنے کا موقع دیا۔ میاں افتخار صاحب کے بچے کو شہید کیا گیا اور آج ان کے گھر پر حملہ کیا گیا ہے جس میں سات افراد شہید ہو گئے ہیں اور اس کے علاوہ زخمی بھی ہیں۔ اسی طرح سے داتا گنج بخش کے مزار پر لوگوں کو شہید کیا گیا، ہمارے صوبے میں مولا بخش دشتی جو بہت بڑے سیاسی کارکن تھے، انہوں نے ملک میں جمہوری روّیوں کے حوالے سے بڑی قربانیاں دی تھیں، ان سب کو خراج عقیدت پیش کرنے اور بات کرنے کا موقع دیا۔ جناب والا! اس پر ہم آپ کے مشکور ہیں۔

جناب چیئرمین! حبیب جالب بلوچ کے حوالے سے میں عرض کروں گا کہ پاکستان بننے کے پہلے دن سے ہی federation کا ایک آئین بنانے کے راستے روک دیے گئے اور one unit بنایا گیا، آئین ساز اسمبلی توڑ دی گئی اور اس کے بعد سے ہی جمہوری وطن پرست تحریک مسلسل جدوجہد کرتی رہی ہے۔ اگر ہم حساب لگائیں تو ہمارے لوگ جو ہماری پارٹیوں اور تحریک سے وابستہ تھے، انہوں نے لاکھوں دن جیلوں میں گزارے ہیں۔ جناب چیئرمین! آج پاکستان میں جو کچھ حاصل ہوا ہے، آئین میں اٹھارھویں ترمیم ہوئی اور اس میں آئینی، جمہوری طور پر وزیراعظم اور پارلیمنٹ کے اختیارات طے ہوئے اور مجموعی طور پر وفاقیت کے بارے میں جو کچھ ملا ہے یہ ایسے ہی نہیں ملا کہ ہمیں بس دے دیا گیا ہو اور جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا کہ اب ہم محفوظ ہیں۔ یہ لوگ، یہ ادارے یا جو کچھ بھی ہے، یہ ایسے ہی نہیں بنے۔ یہ ان لوگوں کی قربانیوں سے بنے۔ حبیب جالب، دشتی صاحب اور میاں افتخار صاحب جیسے

لوگوں، ان کے بچوں اور خاندانوں نے قربانیاں دیں۔ اس حوالے سے آج ہم جیسے بھی ہیں، کمزور ہیں لیکن جمہوریت ہے۔ یہ محنت سے حاصل کی گئی ہے اس لیے ہماری پارلیمنٹ کے ہر ممبر کو اور جمہوری لوگوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ کام بڑی قربانیوں سے ہوا ہے، اس کو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔

ہمارے دوستوں کی یہ بات بالکل صحیح ہے کہ حکومت کیا کر رہی ہے۔ صوبائی حکومت ہو یا وفاقی حکومت، میں حبیب جالب صاحب کے حوالے سے پوچھتا ہوں کہ اس سلسلے میں کیا تفتیش ہوئی ہے؟ کیوں ان لوگوں کو trace نہیں کیا جا سکتا؟ حکومت نے کیا کیا ہے؟ آج کراچی میں چوبیس سے زیادہ لوگ شہید ہوئے ہیں، وزیر داخلہ صاحب بیٹھے ہوئے ہیں، ہم ان سے پوچھتے ہیں کہ جنہوں نے یہ کام کیا ہے، جو suspect ہیں، ان میں کتنے لوگوں کو آپ نے گرفتار کیا ہے اور ان سے کیا investigation کی ہے؟ صرف اخبارات میں خبریں آتی ہیں کہ فلاں نے فلاں سے ملاقات کی اور ہمارے بچے مر رہے ہیں۔ کل ہماری پارٹی کے دو غریب کارکن جو ڈمپر پر مزدوری کرتے تھے، ان عناصر نے ان کو قتل کیا۔ اس بارے میں کیا رپورٹ ہے؟ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ وہاں پر حکومت کے جو بھی دعوے دار ہیں، انہوں نے کون سی investigation کی ہے؟ کون سا ایسا قدم اٹھایا ہے جس سے یہ امید ہو کہ یہ محفوظ ہوں گے اور جنہوں نے یہ کام کیا ہے، ان کو سزا ملے گی۔ اسی طرح سے پشاور میں میاں صاحب کا بچہ شہید ہوا ہے، میں آج پوچھتا ہوں کہ کیا trace ہوا ہے؟ ان لوگوں کو پکڑنے کے لیے کتنا کام ہوا ہے؟ ہم نے تعزیت بھی کی، لوگ آئیں گے، غم میں شریک بھی ہوں گے اور دلی طور پر غم میں شریک بھی ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ ان کو گرفتار کر کے تفتیش کرنا اور وہ ثبوت عدالت تک پہنچانے کے سلسلے میں کوئی کام ہوا ہے؟ نہیں ہوا۔

جناب والا! اسی طرح سے مہمند ایجنسی میں 120 سے زائد لوگ شہید ہوئے اور ان کی دکانیں تباہ ہوئی ہیں۔ ہمارے غریب مہمند لوگوں کا کیا کاروبار ہو گا؟ وہ غربت میں جو کاروبار کر سکتے تھے، ان کی بالکل بیخ نکل گئی ہے۔ کچھ اور چیزیں بھی ہیں، مارکیٹ میں رات کو کوئٹہ میں آگ لگی، Government کی کیا تفتیش ہے، یہ ایک واقعہ نہیں ہے، اس سے پہلے سرکی روڈ پر واقعہ ہوا، اس سے پہلے جو کوئٹہ کا main تھانہ ہے، اس کے نزدیک ہوا، کروڑوں روپے کی جائیداد ضائع ہوئی ہے، کون آیا ہے، ہم فرض کرتے ہیں کہ یہ واقعہ accidental تھا، یہ record پر کیوں نہیں آرہا، Parliament کے سامنے کیوں پیش نہیں ہو رہا یا عدالتوں کے پاس کیوں نہیں آرہا۔ یہ کروڑوں کی جائیداد ہے، اس کو آگ اتفاقی طور پر لگ گئی یا کسی نے یہ کام کیا ہے، تفتیش کیوں نہیں کر رہے، ہم یہاں پر

television پر شعلے دیکھ رہے ہیں۔ جناب والا! معمولی مزدوری کی جگہ کھوکھا ہے، 50 سال میں کوئی نہیں بنا سکتا، ہم جب اپنے گھر کو دیکھتے ہیں، ہمارے والد نے مزدوری کی اور دوسروں نے کی، ہم بمشکل 50 سالوں میں ایک کھوکھا نہیں بنا سکے۔ اب لوگوں نے جو کچھ کام کیا اور مزدوری کی، اس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کو جلاؤ اور Government کا کوئی inquiry والا نہیں ہے، جناب والا! اس کی ذمہ داری ہے، میں اس حوالے سے ڈاکٹر صاحب کی حمایت کرتا ہوں، ہم موجودہ Government کی حمایت کرتے ہیں یعنی اس حوالے سے نہیں کرتے جیسے coalition والے کرتے ہیں لیکن ہم پیپلز پارٹی کے اتحادی اور ان کی Government کو باقاعدہ support کرتے ہیں کہ انہیں ہونا چاہئیے۔ کیا ان کے ہونے کا مقصد یہ ہے کہ وہ کوئی ذمہ داری پوری نہ کریں بلکہ یہ بات بالکل عام ہے کہ ہمارے صوبے کے لوگوں نے گورنر صاحب سے ملاقات کی کہ جو ڈاکے پڑ رہے ہیں اور اغوا برائے تاوان ہے اور دوسری چیزیں ہیں، ان کا علاج کریں۔ جناب والا! گورنر صاحب نے یہ الفاظ استعمال کئے اور انہوں نے کہا کہ جب ان اغواکاروں کے leaders کابینہ میں بیٹھے ہوں اور فیصلے کر رہے ہوں تو کوئی کیسے اغواکاروں کو روک سکتا ہے یا گرفتار کر سکتا ہے۔ اب ہم کہتے ہیں کہ وہاں پیپلز پارٹی کی حکومت ہے۔

جناب والا! جناح روڈ پر دن دہاڑے ڈاکو اندر گئے، وہاں shop میں جو کچھ رقم تھی، وہ اٹھا لی، جناح روڈ پر police بھی ہے اور rangers بھی ہے، آپ سمجھیں دوسرے بھی ہیں اور تیسرے بھی ہیں اور اس کی ذمہ داری کس کی ہے۔ میں اس حوالے سے آخری بات یہی کہوں گا کہ میں ان کو پھر خراج عقیدت پیش کروں گا کہ انہوں نے قربانیاں دیں اور ان کی قربانیوں کے نتیجے میں، ہمارے ملک میں کسی نہ کسی شکل میں ایک جمہوری نظام آ گیا ہے۔ باقی Government سے ہمارا مطالبہ ہے کہ ہمیں وہ لوگ دکھائے جائیں جنہوں نے یہ کام کیا ہے یا جو یہ کام کر رہے ہیں اور ان کو واقعی گرفتار بھی کیا جائے، ان کی تفتیش بھی ہو اور ان کو سزا بھی دی جائے۔ مہربانی۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ جی۔ اسرار اللہ زہری صاحب! آپ کابینہ کا حصہ ہیں، اگر آپ کی پارٹی سے کوئی اور نمائندہ بات کرے تو convention ہو جائے گا، میرا مطلب ہے کہ روایت یہی ہے کہ پارٹی سے کوئی بولے اور Cabinet والے خاموشی سے سنیں، رحمٰن ملک صاحب کل جواب دیں گے۔ جی حاجی عدیل صاحب۔ میڈم! next آپ ہیں۔

سینیٹر حاجی محمد عدیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محترم چیئرمین! میں آپ کا مشکور ہوں۔ یہ غم تو میرے گھر میں ہوا ہے، میرا بھتیجا میاں افتخار حسین کا اکلوتا بیٹا target killing کا نشانہ بنا اور یہ پہلی بار نہیں ہے کہ میرے گھر میں غم ہوا ہو۔ میں نے تقریباً اس قسم کے 400 غم برداشت کئے، میری پارٹی کے قائدین شہید ہوئے ہیں، کارکن شہید ہوئے ہیں، legislators شہید ہوئے ہیں، ان کے بچے اور گھر والے شہید ہوئے ہیں لیکن ہم نے عہد کیا ہے کہ کوئی لڑے نہ لڑے ہم دہشت گردی کے خلاف لڑ رہے ہیں، کوئی جان دے نہ دے ہم اپنی جانیں پیش کریں گے۔ پرسوں ایک واقعہ ہوا اور آج پھر ان کے گھر کے پاس، نشانہ خواتین تھیں لیکن گھر سے تھوڑا دور ایک خودکش حملہ ہوا جس کے نتیجے میں اس وقت تک اطلاع ہے کہ تین سپاہی، مقامی لوگ، میاں افتخار حسین کے بھانجے، بھتیجے اور دور کے رشتے دار شامل ہیں، 30 کے قریب زخمی ہیں اور 7 افراد شہید ہوئے ہیں۔ ہمارے ایک اور ساتھی سینیٹر حبیب جالب بلوچ صاحب کو گھر کے باہر target killing کا نشانہ بنایا گیا، جالب ہماری اس جدوجہد کے ساتھی تھے جو کہ ہم نے اور چھوٹی قوموں کی قوم پرست جماعتوں نے پاکستان بننے کے بعد شروع کی تھی۔ جالب صرف مظلوم قوم کے نمائندے نہیں تھے بلکہ پاکستان کی تمام مجبور اور مظلوم قوموں کے نمائندے تھے اور ایک روشن خیال شخصیت تھے۔ جناب چیئرمین! اس کے علاوہ مولا بخش دشتی صاحب کو بھی شہید کر دیا گیا، ڈاکٹر عبدالمالک صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟

کراچی میں 24 گھنٹوں کے دوران دو درجن سے زیادہ لوگ نشانہ بن جاتے ہیں، وہ کون سی زبان بولتے ہیں، کون سا لباس پہنتے ہیں، ان کا کس پارٹی سے تعلق ہے، وہ کچھ بھی ہیں، آخر وہ انسان تو ہیں۔ جناب چیئرمین! بدقسمتی سے اس ملک میں جب dictators آئے، خصوصاً ضیاء الحق کے زمانے سے آج تک جو dictators آئے ہیں، انہوں نے دہشت گرد تنظیموں کو پروان چڑھایا، ان کو اسلحہ دیا، ان کو باہر سے درآمد کیا اور ان کو tribal areas میں آباد ہونے کی اجازت دی، پاکستان کے مختلف علاقوں میں ان کی تنظیمیں بنائی گئیں۔ کراچی، پنجاب، صوبہ پختونخوا اور FATA میں ان کو ہمسایہ ملکوں کے خلاف استعمال کیا گیا، ان کی لگائی ہوئی وہی آگ ہے جس میں ہم سب جھلس رہے ہیں، جل رہے ہیں، مر رہے ہیں، شہید ہو رہے ہیں اور سب سے زیادہ قربانیاں پختونخوا کے عوام دے رہے ہیں، عوامی نیشنل پارٹی دے رہی ہے، FATA کے لوگ دے رہے ہیں، گھروں سے بے گھر ہوئے ہیں۔ ہم نے سوات کے لاکھوں لوگوں کو کہا کہ اپنے گھر چھوڑ کر آجاؤ، آپ نے اپنے ساتھ کوئی اسلحہ نہیں لانا ہے، FATA کے

مختلف علاقے کے پختونوں سے کہا گیا کہ آپ اپنے گھر چھوڑ کر آجائیں، internally displaced persons بن جائیں، تاریخ میں internally displaced persons کی کسی شہر اور کسی ملک میں کہیں بھی اتنی تعداد نہیں تھی لیکن ہم نے یہ قربانی اس لیے دی ہے کہ ہم دہشت گردی کے خلاف ہیں، ہم بنیاد پرستی کے خلاف ہیں۔ ہم دوسرے ملکوں کے معاملات میں مداخلت کے خلاف ہیں، ہم امن چاہتے ہیں، ہم عدم تشدد کے قائل ہیں لیکن اس کے نتیجے میں ہمیں قتل کیا جارہا ہے، ہمیں شہید کیا جارہا ہے، ہمیں مارا جا رہا ہے، ہمارے بچوں کو مارا جا رہا ہے، ہماری خواتین کے گھروں کے پاس خود کش دھماکے کیے جارہے ہیں، ہمیں نہ کراچی میں پناہ ہے نہ ہمیں پختونخوا میں پناہ ہے، ہمیں نہ کابل میں پناہ ہے اور نہ ہمیں FATA میں پناہ ہے اور نہ ہمیں قندھار میں پناہ ہے۔ پختون قوم کو قتل کیا جا رہا ہے، تباہ کیا جارہا ہے، ہمارے اندر لوگوں کو خرید کران کے ہاتھوں ہمیں مروایا جارہا ہے۔

جناب چیئرمین! یہ کس کی ذمہ داری ہے؟ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے صوبے میں فوج operation کر رہی ہے، فوج نے بڑے کامیاب operations کئے ہیں۔ فوج کے ہزاروں نوجوان، اعلیٰ عہدے دار اور ان کے بچے قتل کر دیئے گئے۔ یہاں پر تو ہماری عبادت گاہوں پر حملے ہو رہے ہیں، احمدیوں کی عبادت گاہوں پر حملہ ہو رہا ہے۔ رحمٰن بابا کا مزار، داتا دربار، میاں عمر چمکنی صاحب کا دربار ان سب پر حملے ہو رہے ہیں، یہاں پر کوئی کسی کو بخش نہیں رہا ہے، سنیوں کا اجتماع ہو یا شیعوں کے جلوس ہوں یا جمرود میں دیو بندیوں کی مسجد ہو سب کو تباہ کیا جا رہا ہے، مسجدوں، مزاروں، اسکولوں، کالجوں، بازاروں، ہسپتالوں، سڑکوں، دکانوں اور مارکیٹوں کو تباہ کیا جا رہا ہے ہسپتالوں، سڑکوں، دکانوں اور مارکیٹوں کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ آخر یہ کیوں ہو رہا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ اس میں بین الاقوامی ہاتھ بھی ملوث ہو سکتے ہیں، یہ بین الاقوامی سیاست کا بھی نتیجہ ہے لیکن غلطیاں ہماری ہیں، ہم نے ان لوگوں کو بلایا، ہمارے ڈکٹیٹروں نے ان کو پروان چڑھایا، ان کو اسلحہ دیا، ان کو پیسے دیے، لسانی اور مذہب کے نام پر تنظیمیں بنائی گئیں۔ یہاں وزیر داخلہ تشریف رکھتے ہیں، کراچی میں جب بھی واقعہ ہوتا ہے یہ تشریف لیجاتے ہیں۔

جناب چیئرمین! مافیا کی بات کرتے ہیں، لینڈ مافیا کی بات ہوتی ہے، اسلحہ مافیا کی بات ہوتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ کراچی کو deweaponize کیا جائے۔ آج تک جتنے لوگ مرے ہیں کیا کوئی ثابت کر سکتا ہے کہ یہ لائسنس دار اسلحے سے مرے ہیں یا بغیر لائسنس دار اسلحے سے مرے ہیں۔ ہم جب یہ کہتے ہیں کہ کراچی میں 20,25 سال میں جو لینڈ مافیا نے role ادا کیا ہے وہ ختم کیا جائے، کراچی کے نقشے کے مطابق

ان تمام پارکوں، باغوں، openعلاقوں، ,public places وہاں جتنے بھی شادی گھر بنے ہیں، محلات ہیں، بنگلے ہیں، جھونپڑیاں یا دکانیں ہیں، ان سب کو ختم کیا جائے۔ کیوں نہیں کیا جا رہا؟ کراچی میں جتنے غیر ملکی آباد ہیں، چاہے وہ بنگالی ہیں، بہاری ہیں، ہندوستانی ہیں، پشتو بولنے والے افغانی ہیں یا برمی ہیں، ان کو واپس ان کے ملکوں میں بھیجا جائے بلکہ ان کو شناختی کارڈ، ڈومیسائل اور پاسپورٹ دیئے جا رہے ہیں۔ جب تک یہ لینڈ مافیا ہے، چاہے وہ بڑا ہے، غریب ہے، پوش ایریا میں ہے یا غریب ایریا میں ہے، جب تک اس کو ختم نہیں کیا جائے گا، جب تک کراچی کو deweaponize نہیں کیا جائے گا حالات ٹھیک نہیں ہوں گے۔ انہوں نے حکومتوں میں اسلحے بنائے ہیں اور لائسنس جاری کروائے ہیں، انہوں نے ایک ایک لائسنس پر دس دس اسلحے رکھے ہوئے ہیں۔

جب تک یہ نہیں ہوتا تو کراچی کا امن واپس نہیں آسکتا لیکن میرے صوبے کا، پختونخوا کا، بلوچستان کا امن کیسے واپس آئے گا۔ اس کے لیے ایک political will چاہیے لیکن ہمیں وہ یہاں نظر نہیں آتی۔ ہم تو اتحادی ہیں لیکن واقعات اور فیصلوں کے بعد اتحادیوں سے مشورہ کیا جاتا ہے۔ ہمیں نہیں پتا چلتا کہ کونسا فیصلہ کب اور کہاں ہوا ہے اور بعد میں ہم T.V اور ریڈیو سے تقاریر سن لیتے ہیں، اخباروں میں خبر پڑھ لیتے ہیں اور اس کے بعد کہا جاتا ہے کہ ہم اپنے اتحادیوں کو اعتماد میں لیں گے۔ جناب چیئرمین! رویوں کو بدلنا پڑے گا۔ آپ اگر امن چاہتے ہیں تو امن کے لیے ایک political will چاہیے، ایک حوصلہ چاہیے۔ جس طرح عوامی نیشنل پارٹی نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم دہشتگردی کے خلاف لڑیں گے، مریں گے، شہید ہوں گے، ہمارے بچے شہید ہوں گے لیکن ہم دہشتگردوں کے سامنے نہیں جھکیں گے۔ سب حکومت میں ہیں، پنجاب کی حکومت میں ہیں، بلوچستان کی حکومت میں، سندھ کی حکومت میں، پختونخوا میں اور جب تک وفاق میں یہ فیصلہ نہیں کیا جائے گا، میاں افتخار کے بچے مرتے رہیں گے، ہمارے لوگ شہید ہوتے رہیں گے، کراچی کے مزدور چھابڑی فروش، دکاندار، محنت کرنے والے لوگ قتل ہوتے رہیں گے۔ مسجدیں تباہ ہوتی رہیں گی، عبادت گاہیں اڑائی جائیں گی، مزاروں کو تباہ کیا جائے گا۔ سکولوں، کالجوں اور ہسپتالوں کو تباہ کیا جا رہا ہے۔ جناب چیئرمین! ہماری حکومت کو ایک political اور باہمت فیصلہ کرنا ہوگا۔ لوگ قاتلوں کے پاس ملاقاتوں کے لیے چلے جاتے ہیں، بھائی بھائی کے نعرے لگتے ہیں، ایسے کام نہیں چلے گا، قاتل کو قاتل کہنا پڑے گا اور مظلوم کو مظلوم کہنا پڑے گا۔ آپ جب دونوں کو برابر کریں گے تو پھر اس ملک میں نہ انصاف آئے گا اور نہ امن آئے گا۔ شکریہ۔

جناب قائم مقام چیئرمین: شکریہ۔ سینیٹر آغا شاہد بگٹی صاحب۔

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: شکریہ جناب چیئرمین۔ بلوچستان کے حالات کسی سے ڈھکے چھپے نہیں ہیں۔ حبیب جالب اور مولا بخش دشتی کی شہادت انتہائی اندوہناک واقعہ ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہم لاشیں پہلی مرتبہ نہیں اٹھا رہے، جب سے یہ سلطنت وجود میں آئی ہے، بلوچ قوم اس وقت سے اپنے بچوں، بھائیوں اور بزرگوں کی لاشوں کو اٹھاتے آرہے ہیں۔ وقت کی قید ہے اس لیے میں پرانی باتوں میں نہیں جاتا لیکن اگر ہم گزشتہ چند سالوں کے واقعات پر نظر ڈالیں تو میں سمجھتا ہوں کہ نواب اکبر خان بگٹی نے ہمیشہ بلوچستان کے حقوق کی بات کی اور اسے اس کی سزا دی گئی۔ شاید اس وقت کا آمر یا اس وقت کی establishment یا اس کے دوسرے رفقائے کار جو اس وقت نام نہاد assemblies میں بیٹھے ہوئے تھے انہیں یہ غلط فہمی تھی کہ اس شخص کو ہلاک کرنے کے بعد بلوچستان کے حقوق پر بات کرنے والا کوئی نہیں رہے گا اور یہ جو تحریک چل رہی ہے وہ اپنی موت آپ مر جائے گی، لیکن دنیا نے دیکھا کہ وقت نے ان کی اس خوش فہمی کو غلط ثابت کر دیا۔ نواب اکبر خان بگٹی کی موت کے بعد اس تحریک میں جتنی تیزی آئی ہے، میں نہیں سمجھتا کہ ان کے وہم و گمان میں بھی یہ بات تھی۔

جناب چیئرمین! جس طرح نواب اکبر خان بگٹی نے اپنا لہو دے کر بلوچستان کے حقوق کی تحریک کو ہمیشہ کے لیے امر کر دیا اسی طریقے سے ہمارے دوسرے بلوچ بھائی جن میں غلام محمد بلوچ، لالہ منیر، شیر محمد اور حال ہی میں ہمارے جو دو بلوچ بھائیوں کو شہید کیا گیا۔ یہ تو وہ لوگ ہیں جو کہ سیاسی افق پر ایک نام رکھتے ہیں، ایسے کتنے ہی بے شمار گمنام شہید ہیں کہ شاید جن کے نام سے آپ بھی اور میں بھی واقف نہ ہوں لیکن یہ اپنا لہو دے کر اس تحریک کو مزید قوت بخشتے جا رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں پھر اسی بات پر آتا ہوں کہ جب بلوچستان package کا اعلان ہوا تھا تو اس میں بڑے طمطراق سے اعلان کیا گیا تھا کہ غلام محمد بلوچ اور ان کے ساتھ جو دو بلوچ رفقائے کار شہید ہوئے تھے، ان کے بارے میں ایک judicial commission بنایا جائے گا اور فوری طور پر قاتلوں کے نام سامنے لا کر انہیں سزا دی جائے گی۔ اسی طریقے سے نواب اکبر خان بگٹی کے بارے میں بھی تھا کہ ایک اعلیٰ سطحی judicial commission بنایا جائے گا لیکن joint session میں، میں نے اپنی تقریر میں یہ کہا تھا کہ نواب اکبر خان بگٹی کا murder اور اس کے murderers بالکل سامنے ہیں، اگر

حکومت میں جرأت ہے تو ان پر ہاتھ ڈالے۔ باقی رہی غلام محمد اور اس کے ساتھیوں کی بات تو چونکہ ان کے murderers سامنے نہیں آئے ہیں تو اس کے بارے میں judicial inquiry کی جائے، لیکن آج تک نہ نواب اکبر خان بگٹی کے قاتلوں پر ہاتھ ڈالا گیا اور نہ ہی حکومت وقت نے کوئی judicial inquiry کی اور نہ غلام محمد اور اس کے رفقائے کار کے قاتل سامنے آئے۔ جناب چیئرمین! ہمیں اس سے آخر کیا پیغام مل رہا ہے، ہم کیا سمجھیں کہ آیا حکومت بے بس ہے یا وہ لوگ اتنے طاقتور ہیں کہ جو دن دہاڑے بلوچ راہنماؤں کو قتل کر کے چلے جاتے ہیں اور حکومت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم بلوچستان پر طائرانہ نظر ڈالیں تو وہی حالات پیدا ہو چکے ہیں جو 71-1970 میں بنگلہ دیش میں پیدا ہوئے تھے۔ جس طریقے سے اس وقت بنگالی راہنماؤں کو، ڈھاکا یونیورسٹی کے پروفیسروں کو، lecturers کو گھروں میں گھس کر قتل کیا گیا۔ آج بلوچستان کے حالات اسی ڈگر پر پہنچ چکے ہیں لیکن صرف اتنا فرق ہے کہ بلوچستان ایک قبائلی معاشرہ ہے اور کرائے کے قاتلوں میں اتنی جرات نہیں ہے کہ وہ گھروں میں گھس کر لوگوں کو ماریں، انہوں نے نقاب باندھ کر بلوچ راہنماؤں کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔ سب سے بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ جب سے یہ جمہوری حکومت وجود میں آئی تو ہم بڑے پر امید تھے کہ بلوچستان کے زخموں پر مرہم رکھا جائے گا لیکن ہماری یہ خام خیالی تھی۔ جب بھی ہمارا کوئی بھائی اور راہنما مارا جاتا ہے تو ہمیں صرف یہ سننے میں ملتا ہے کہ انکوائری ہو رہی ہے اور اس میں بیرونی ہاتھ ہے۔ بیرونی ہاتھ ہے تو آپ اس ہاتھ کو توڑیں، اس ہاتھ کو توڑنے میں ہم آپ کے ساتھ ہیں لیکن آپ پہلے جرات کا مظاہرہ تو کریں، آپ اس ہاتھ کا نام تو لیں، آپ اس ہاتھ کو بے پردہ تو کریں کہ یہ کس کا ہاتھ ہے۔ جس طرح یہ اشاروں اشاروں میں بات کرتے ہیں اور پھر ان کے ساتھ بیٹھ کر خوش گپیوں میں بھی مصروف ہوتے ہیں اور جب بلوچستان میں یا فاٹا میں کوئی واقعہ رونما ہوتا ہے تو کہتے ہیں کہ خفیہ ہاتھ ہے۔

جناب چیئرمین ! ساٹھ سال سے ہم یہی سنتے آ رہے ہیں کہ جب بھی کوئی واقعہ ہوتا ہے حکومت کا بیان آجاتا ہے کہ خفیہ ہاتھ ملوث ہے۔ میں سمجھتا ہوں کوئی بھی خفیہ ہاتھ نہیں ہے، میں دعوے سے کہتا ہوں کہ کوئی خفیہ ہاتھ نہیں ہے۔ یہ ہماری حکومتوں کی نااہلی ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر شاہد حسن بگٹی : یہ ان کی مکمل نااہلی ہے ۔ یہ جب ایسے واقعات کو بے نقاب نہیں کر پاتے ہیں تو اپنی نااہلی کو چھپانے کے لیے خفیہ ہاتھ کا سہارا لے لیتے ہیں۔آج حکومت کے کتنے وزراء یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں کوئی ایک یہاں کھڑا ہو کر یہ بتا دے کہ کون سا خفیہ ہاتھ ہے؟ پاکستان کے حالات اس نہج پر پہنچ گئے ہیں کہ جہاں عام آدمی بھی کہتا ہے کہ پاکستان چل پائے گا کہ نہیں ؟اور ہمارے وزراء اور ہماری حکومت کے لوگ عوام کو یہ نہیں بتا سکتے کہ کون سا خفیہ ہاتھ اس میں ملوث ہے۔ یہ کیوں چھپاتے ہیں؟ اس سے پھر دو باتیں سامنے آتی ہیں یا یہ خفیہ ہاتھوں کو خود پال رہے ہیں یا یہ ان کی نااہلی ہے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

سینیٹر شاہد حسن بگٹی: جناب چیئرمین صاحب! اگر یہ سمجھتے ہیں کہ اس طریقے سے یہ بلوچ راہنماؤں اور بلوچ نوجوانوں کو مار مار کر اس تحریک کو جو بلوچستان کے حقوق کی تحریک ہے اس کو دبا لیں گے میں سمجھتا ہوں یہ بھی they are living in fool's paradise .This all I can say sir. کیوں کہ کچھ سال پہلے ایک کتاب آئی تھی جو ایک خاتون نے لکھی تھی میں اس کا نام بھول رہا ہوں اس میں یہ لکھا تھا to fight fundamentalism you have to understand fundamentalism. بلوچ سے اگر آپ بات کرتے ہیں ، بلوچ سے اگر بحث کرتے ہو on table آپ بات کرتے ہیں چاہے وہ بلوچستان کے حقوق کی بات ہے یا کسی بھی مسئلے پر بات کرنا چاہتے ہیں تو آپ لوگوں کو چاہیے کہ پہلے آپ بلوچ کی psyche کو سمجھیں۔ کوئی پنڈی سے اٹھ کر آجاتا ہے ، کوئی کس گلی کوچے سے اٹھ کر آجاتا ہے ، اس کا اپنا culture ہے اور بلوچستان کی اپنی روایات ہیں۔ جب تک آپ ان کی روایات کو نہیں سمجھیں گے، جب تک آپ ان کے culture کو نہیں سمجھیں گے اور اگر ساٹھ سال میں ہمارے حکمرانوں کو بلوچ کی psyche سمجھ میں نہیں آئی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اگلے ایک سو ساٹھ سال میں بھی انشاء اللہ حکمرانوں کو بلوچ psyche سمجھ میں نہیں آئے گی اور بلوچ psyche یہ ہے کہ جتنا آپ اس کو دبائیں گے بلوچ اتنا پرعزم ہو کر اٹھے گا اور آپ کے جبر کا مقابلہ اسی انداز میں کرے گا۔

جناب چیئرمین صاحب! گزارش یہ ہے کہ میں کسی ایک مخصوص حکومت کا نام نہیں لیتا ہوں ۔ میں نے جیسے پہلے کہا کہ ساٹھ سال سے ہمارے ساتھ یہ ظلم ہوتا آرہا ہے لیکن چونکہ آج ہم تحریک کی بات کر رہے ہیں تو آج جو بھی حکومت وقت ہو گی، الزام اسی کے سر لگایا جائے گا۔ گزارش یہ ہے کہ اتنے بڑے بڑے اہم واقعات ہوتے ہیں آج تک کون سی ایک انکوائری کی رپورٹ آئی ہے اور وہ اسمبلی میں

پیش ہوئی ہے؟ کیا اسمبلی والے سارے چور بیٹھے ہیں یا اسمبلی کے سارے ممبران خدانخواستہ ملک دشمن ہیں کہ حکومت ہمارے ساتھ کسی information کو share نہیں کرتی ہے۔ کیا یہ جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں سب پاکستان کے مخالف ہیں؟ کیوں حکومت ہمارے ساتھ share نہیں کرتی کہ وہ کون سے خفیہ ہاتھ ہیں جو بلوچستان کے حالات کو خراب کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جتنی انکوائریاں ہوئی ہیں اور کتنی انکوائریاں پایہ تکمیل کو پہنچی ہیں، یہ اس مسئلے کو پارلیمنٹ کے ساتھ کیوں share نہیں کرتے؟

جناب چیئرمین صاحب! گزارش یہ ہے اور ہم نے دیکھا ہے کہ گزشتہ چند سالوں سے جب بھی اس قسم کے واقعات ہوتے ہیں کوئی بھی حکومتی راہنما یا ایک وزیر آکر ایک stereo type بیان دے کر چلا جاتا ہے اور یہ کہتے ہیں کہ ہم انشاء اللہ یہ کر کے دکھائیں گے اور ہوتا کچھ بھی نہیں ہے۔ آج تک تو کچھ نہیں ہوا ہے اور میں دعوے سے کہتا ہوں یہاں پر حکومت کے بڑے سینیئر اراکین بیٹھے ہوئے ہیں اور میں کہتا ہوں کہ 2013 تک بھی کچھ نہیں ہوگا۔ جس جذبے سے یہ حکومت دعویٰ کر رہی ہے کہ ہم 2013 تک اس کا حل نکالیں گے۔ خدا کرے یہ حل نکالیں۔ جمہوری حکومت ہے ہم اس کے لیے دعا گو ہیں۔ ہم اس کو گرانے میں حصہ دار نہیں بنیں گے لیکن خدا سے دعا کرتے ہیں کہ یہ حکومت 2013 تک اپنا جمہوری وقت پورا کرے۔ لیکن جہاں تک بلوچستان کا مسئلہ ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ایک ایسا آتش فشاں بن کر پھٹ پڑے گا کہ ان کے بس کی بات نہیں رہے گی کہ وہاں پر یہ حالات کو قابو میں کر سکیں کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ بلوچستان کے حالات کو انہوں نے ابھی تک سنجیدگی سے سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کی ہے۔ ان کو ابھی تک یہ پتا نہیں ہے کہ بلوچستان کا مسئلہ شروع کہاں سے ہوا تھا اور اس کا بنیادی مسئلہ کیا تھا جب تک آپ بنیادی مسئلے کو نہیں سمجھیں گے تو مسئلے کے حل کی طرف کیسے جائیں گے؟ جب بھی کوئی واقعہ ہوتا ہے تو بغیر مسئلے کو سمجھے ہوئے بیان دیتے ہیں۔ یہ ایک سیاسی مسئلہ تھا اس کو یہ لوگ خونی حل کی طرف لے جانا چاہ رہے ہیں۔ سیاسی مسئلے کا خونی حل کیسے ہوسکتا ہے؟ جب آپ خون بہائیں گے تو پھر آپ کو اسی انداز میں جواب ملے گا لیکن آج تک حکومت کے اراکین اس کو سمجھنے میں ناکام رہے ہیں اور جب تک یہ اس بنیادی مسئلے کو نہیں سمجھیں گے بلوچستان کا مسئلہ انشاء اللہ العزیز اس سے بڑھتا جائے گا اور بلوچستان کے حقوق کی جو جنگ ہے، جو تحریک ہے اس میں مزید مضبوطی آتی جائے گی۔ میں اس لیے بھی حکمرانوں کا شکر گزار ہوں کہ جس طریقے سے انہوں نے ظلم و جبر کا سلسلہ جاری رکھا ہوا ہے ہمارے بلوچوں کو اللہ خوش رکھے، ہمارے نوجوانوں کو اللہ زندگی دے وہ انشاء اللہ اس تحریک کو مزید کامیابی سے آگے لے کر جائیں گے۔ شکریہ۔

**جناب قائم مقام چیئرمین:** شکریہ۔ Madam Kalsoom Perveen on behalf of BNP Awami جی آپ وزیر ہیں وہ آپ کی پارٹی کی طرف سے بولیں گی۔وزراء کو صبر و تحمل اختیار کرنا پڑتا ہے۔

**سینیٹر کلثوم پروین:** خواتین کی بھی نمائندگی ہونی چاہیے۔

**جناب قائم مقام چیئرمین:** آج کل خواتین کا دور دورہ ہے ۔جیسے آپ کی مرضی آپ جوچاہیں کریں۔

**سینیٹر کلثوم پروین:** شکریہ جناب چیئرمین! اس سے پہلے کہ میں کچھ بات کروں۔ حالات کی سنگینی کا آپ کو بخوبی اندازہ ہے۔ میرے تمام colleagues بات کرچکے ہیں، میں ان کی مکمل تائید کرتی ہوں۔ بات کہاں سے شروع کروں مجھے تو یہ لگتا ہے کہ 1947 والی بات شاید ہو رہی ہے ۔ ہم نے اس وقت اپنے ماں باپ سے سنا تھا کہ جب پاکستان بنا تھا تو یوں خون بہا، لوگوں نے گھر چھوڑے، مائیں بچوں سے بچھڑ گئیں، بچے ماؤں سے بچھڑ گئے، یتیم ہوگئے۔ خون اتنا بہا کہ جو ٹرینیں تھیں وہ خون سے بھر گئیں۔ میں بڑے افسوس سے کہتی ہوں کہ آج 65 سال کے بعد ہم وہی نقشہ دیکھ رہے ہیں؟ کس کس کے خون کی بات کروں۔کہاں سے بات شروع کروں۔ ابتدا کہاں سے کروں؟ اس کی تو کوئی انتہا ہی نہیں ہے۔ میں ایک ماں بھی ہوں، میں ایک بیٹی بھی ہوں، میں ایک بہن بھی ہوں۔ حبیب جالب Russia سے پڑھا ہوا well educated بندہ ۔سیاست کی رموز اچھے طریقے سے جاننے والا۔ میاں افتخار کا جواں سال بیٹا افسوس صد افسوس کہ اس کی ماں کے دل پر کیا گزرتی ہو گی۔اس کے علاوہ وہ لوگ جو آج تک اپنی جانیں دے چکے ہیں جو عام عہدوں پر فائز نہیں ہیں ان لاکھوں بلوچوں کی، وہ پشتون جو کراچی میں مارے جا رہے ہیں وہ پشتون جو صوبہ سرحد میں مارے جا رہے ہیں۔ داتا دربار پر مرنے والے شہدا یہاں تو nation wise کوئی تفریق ہی نہیں۔ سب سے بڑی شہادت محترمہ بے نظیر بھٹو کی ہوئی، عورت کو بھی نہیں چھوڑا۔کہاں survive کریں گے کس طریقے سے ہم بات کریں اور کہاں سے شروع کریں اور کہاں ختم کریں۔ کس حکومت کو کہیں ۔ جناب ہم اور آپ اس ایوان میں اس لیے آئے تھے کہ ہم پڑھے لکھے لوگ ہیں اور ہم ایوان میں بیٹھ کر اپنے لوگوں کی بات کریں گے۔آج وہاں پر ہمارے لوگ ہم سے ناراض ہیں کہ آپ خود تو ایوانوں میں چلے گئے اور ہم پہاڑوں پر بیٹھے ہیں۔ وہ لوگ صحیح کہہ رہے ہیں اس لیے کہ ایوان میں بیٹھ کر ہم لوگ سات آٹھ سالوں میں کوئی بات نہیں منوا سکے۔ بہت سے پیکیج

بنے ، بہت سی deals ہوئیں مگر ان میں سے کسی پر عملدرآمد نہیں ہو سکا- اس شدت پسندی میں زور آتا گیا- آپ آج کسی کے بیٹے کو مارو گے ، کسی کے بھائی کو مارو گے تو کیا خیال ہے وہاں سے آپ کو positive response ملے گا؟ نہیں بالکل بھی نہیں-

جناب چیئر مین! بلوچستان ، سندھ ، پنجاب ، پختونخوا ان چاروں صوبوں میں سے کوئی ایک صوبہ بھی ایسا نہیں ہے جس کو انسان جائے پناہ کہہ سکے- جہاں زندگی کے چار لمحے ہنسی خوشی گزار سکے- کیا ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم اپنے ان لوگوں کو مار کر ان کی شہادتیں کرنے کے بعد ہم سکون سے رہ سکیں گے اور ہمارا ملک ترقی کر سکے گا- مجھے نہیں لگتا کہ ایسا کبھی ہو- ہمارے شہدا نے اپنی جانیں دے دیں یہ کوئی end نہیں ہے- آپ نے بلوچستان کی صورت حال دیکھ لی ہے کچھ لوگ target killing کا نشانہ ہو گئے، کچھ لوگ ویسے شہید کر دئیے گئے -آپ کے بلوچستان میں جو اور لوگ تھے، migrate کر گئے- نہ آپ کے پاس وہاں ڈاکٹر رہا ، نہ استاد رہا، نہ وہاں آپ کے پاس کوئی مستری لوہار، رہا - مجھے کوہلو میں ایک hospital بنانا ہے، اس hospital کے لیے میں نے پیسے منظور کروالیے ہیں مگر اس کو بنانے کے لیے کوئی معمار نہیں ہے- کون جائے وہاں پر؟

**جناب قائم مقام چیئر مین:** آپ نے یہ نہیں بتایا کہ وہاں hair cutting والا بھی کوئی نہیں رہا-

**سینیٹر کلثوم پروین:** صحیح، کوئی hair cutting والا، کوئی نائی تک وہاں پر نہیں رہا- ہم کیسے survive کریں گے؟ ہم یہاں بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں- ہم کہتے ہیں کہ آج ہم نے حقوقِ بلوچستان کا آغاز کر دیا ہے- اس آغازِ حقوق کا کیا فائدہ کہ آپ کے ہاں دن بدن لوگوں کی target killing میں اضافہ ہو رہا ہے- لوگ آپ کے صوبے سے migrate کرتے جا رہے ہیں، اس صوبے سے جو سونا، چاندی اور کوئلہ اگل رہا ہے، جس میں لاکھوں minerals ہیں- ہم لوگ کہتے ہیں کہ انڈیا کا ہاتھ ہے- ابھی انڈیا کے وزیرِ خارجہ آئے، انہوں نے کہا کہ مجھے بلوچستان کی ایسی کوئی report نہیں ملی جس میں ہمارے لوگوں کی دخل اندازی اور دراندازی ہو، ہماری طرف سے آپ کے ہاں اس قسم کی کوئی activity نہیں ہو رہی- ہم خاموش ہیں، ہم نے کوئی ثبوت نہیں دیے- اگر ہم کوئی ثبوت دیتے تو ہم ان سے جواب مانگ سکتے تھے مگر انہوں نے کہا کہ حکومتِ پاکستان کی طرف سے کوئی ایسی بات ہمیں نہیں ملی جس سے پتا چلے کہ بلوچستان میں انڈیا دخل اندازی کر رہا ہے- پھر کون کر رہا ہے؟ انڈیا نہیں

کررہا، friends of Pakistan نہیں کررہے، ہم نہیں کررہے، آپ نہیں کررہے، تو کون کررہا ہے؟ جناب! پھر کم از کم اتنا کریں کہ ان چھپے ہوئے ہاتھوں کو تو سامنے لائیں۔ میں نے ایک مرتبہ پہلے بھی درخواست کی تھی کہ ہمیں in camera بتادیا جائے کہ کیا ہورہا ہے تاکہ ہم سمجھ سکیں کہ اصل صورت حال کیا ہے۔

آج ہمیں کہا جاتا ہے کہ آپ یہاں بیٹھے ہیں (حزبِ اقتدار میں) اس لیے گورنمنٹ کو نہ کہیں۔ ہم کیوں نہ کہیں؟ جو لوگ اقتدار میں ہوتے ہیں، جو سرپرست ہوتے ہیں، ان کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ لوگوں کی protection کرنا کس کی ذمہ داری ہے؟ ایک گھر میں ماں باپ ہوتے ہیں، ان کی ذمہ داری ہوتی ہے اپنے بچوں کی protection کرنا، وقت کے حکمرانوں کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اپنے ملک کی protection کرنا، اپنے صوبوں کی protection کرنا۔ ہم کیا کررہے ہیں؟ یہ جو پرسوں کا واقعہ ہے، میاں افتخار کے بیٹے کا اور آج ان کے گھر پر حملہ ہوا ہے، ابھی تو اس جواں سال کی موت پر ماں باپ کے آنسو ختم نہیں ہوئے کہ ایک دوسرا attack ان کی عورتوں پر کردیا گیا۔ اس کا کیا جواب ہے؟ ہمیں کوئی بتا سکتا ہے؟ کیا کوئی وزیر، پرائم منسٹر، صدرِ مملکت اس کا جواب دے سکتے ہیں؟ میں تو کیانی صاحب سے بھی کہوں گی، آپ کی کارکردگی اچھی تھی، بہت اچھا کیا کہ آپ کو تین سال کی توسیع دی، میں agree کرتی ہوں اس چیز پر، اچھا کیا گیا، خدا کے واسطے کیانی صاحب! آکر گورنمنٹ کے ساتھ بیٹھو اور بتاؤ کہ اس کا حل کیا ہے۔ حل کس سے مانگیں؟ کون ہمیں حل دے گا ان چیزوں کے لیے؟ ہم اپنے صوبوں میں نہیں جاسکتے، ہم وہاں جا کر لوگوں سے بات نہیں کرسکتے۔ آپ یقین مانیں ہم جا کر افسوس اور تعزیت نہیں کرسکتے۔ ہم کس منہ سے جا کر تعزیت کریں؟ لوگ کہتے ہیں کہ آپ تو گورنمنٹ کے اندر بیٹھے ہیں، آپ تو ایوانوں کے مزے لوٹ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین! ہم اگر یہاں پر بھی بات نہیں کریں گے تو کہاں کریں گے۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ جو بلوچستان میں target killing ہورہی ہے بلوچوں کی، آپ کے سندھ میں ہر قسم کے لوگوں کی، آپ کے پختونخوا میں پشتونوں کی، اس کے خاتمے کے متعلق میری ایک دو suggestions ہیں میں وہ بھی دینا چاہوں گی۔ ایک تو license والا اسلحہ ہے، چلیں وہ لوگوں نے اپنی protection کے لیے رکھا ہوگا، دوسرا جو غیر قانونی اسلحہ ہے، کیا پولیس یہ بھی نہیں کرسکتی کہ ایک crash کریں ان عقوبت خانوں پر جہاں یہ سب کچھ dump کیا گیا ہے۔ یہ لوگ روزانہ ایک کلاشنکوف کے fire سے دس پندرہ بندوں کو ایک ہی دفعہ میں مار کر چلے جاتے ہیں۔ کیسے ممکن ہے کہ انہیں کوئی نہیں دیکھتا۔ دن دیہاڑے

موٹر سائیکل پر دو بندے آکر بیس بندوں کو مار کر چلے جاتے ہیں، کیسے possible ہے کہ ان کو کوئی نہیں دیکھتا۔

جناب! اگر حکومت نے survive کرنا ہے، خدا کرے کہ یہ حکومت 2013 تک رہے مگر ایسے نہیں رہ سکتی جب تک کہ آپ ایک کینسر زدہ بازو کو کاٹ نہ دیں یا پھر اس کا علاج نہ کریں۔ آپ کاٹ نہیں سکتے تو پھر اس کا علاج کریں۔ اس کا علاج کریں گے تو تبھی آپ satisfy ہو کر حکومت کر سکیں گے ورنہ میں نہیں سمجھتی کہ ان حالات میں ہم کہیں کہ جی ہم محفوظ ہوگئے اور ہم حکومت کر سکتے ہیں، کبھی بھی نہیں۔ کسی ایک شخص کی وجہ سے کبھی بھی حکومتیں نہیں چلتیں۔ حکومتیں چلتی ہیں تمام لوگوں، تمام سیاستدانوں اور تمام political forces کے ساتھ مل بیٹھ کر۔

جناب! میں اور میری پارٹی BNP عوامی، حبیب جالب صاحب اور میاں افتخار صاحب کے بیٹے کی شہادت کی اور جتنی بھی شہادتیں بلوچوں کی بلوچستان میں ہوئیں، ان کی پرزور مذمت کرتی ہے۔

جناب! آپ کو پتا ہے کہ سیلاب کی صورتِ حال ہے اور آپ کے علاقے میں بھی بہت زیادہ flood آیا ہے۔ آج وزیر صحت تشریف رکھتے ہیں، وہاں وبائیں پھوٹ پڑی ہیں تو میں ان سے درخواست کروں گی کہ اور کچھ نہیں تو آپ کم از کم میرے صوبے کے سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں دوائیوں کے دو، چار، چھ کنٹینر تو بھجوائیں تاکہ جو لوگ بے چارے زندہ بچ گئے ہیں وہ تو survive کر سکیں۔ یہ میری آپ سے، Chair سے request ہو گی اور وزیرِ صحت یہاں تشریف فرما ہیں، ان سے بھی میں گزارش کروں گی کہ جو لوگ پھنسے ہوئے ہیں، ان کو بھی نکالنے کی کوشش کی جائے۔ وہاں وبائی امراض بری طرح پھیل گئے ہیں، گیسٹرو کی بیماری پھیل گئی ہے، ظاہر ہے صاف پانی نہیں ہے، گندا پانی ہے جس کی وجہ سے یہ وبا پھیلی ہے۔ کسی بھی طریقے سے صاف پانی لوگوں تک پہنچایا جائے۔ شکریہ جناب چیئرمین۔

**جناب قائم مقام چیئرمین:** سانپ کے کاٹے کی بھی بہت سی شکایات ہیں۔

**سینیٹر کلثوم پروین:** جی وزیرِ صحت سے میں یہی گزارش کر رہی ہوں کہ سانپ کے کاٹے کی اور گیسٹرو کی وبا کے لیے بھی ادویات پہنچائی جائیں۔ وزیر صاحب کو چاہیے کہ آج ہی اس پر عمل درآمد کریں۔ ایسا نہ ہو کہ

خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک

ہمیں ابھی floor پر اس کے بارے میں بتائیں۔

(اس موقع پر وفاقی وزیرِ صحت جواب دینے کے لیے اپنی نشست پر کھڑے ہوئے)

**جناب قائم مقام چیئرمین:** مخدوم صاحب! آپ بس بیٹھیں، آرام کریں، relax کریں، آج ویسے بھی گرمی زیادہ ہے۔ رحیم خان! اگر تقاریر کا تسلسل ہو تو بہتر ہو گا۔

**سینیٹر عبدالرحیم خان مندوخیل:** جناب چیئرمین! میں صرف ایک چھوٹا سا اضافہ for the record's sake کرنا چاہوں گا۔ محترمہ نے جو بات کی، صحیح کی۔ میں صرف یہ اضافہ کروں گا کہ ہمارے صوبے میں، پشتون بلوچ صوبے میں، اغوا برائے تاوان کے واقعات ہو رہے ہیں۔ لوگوں کو باقاعدہ اغوا کر کے شہید کیا جا رہا ہے۔ ابھی آپ کو علم ہے، رحمٰن اچکزئی کو باقاعدہ شہید کیا گیا، ذبح کیا گیا ہے۔ یہ واقعات ہو رہے ہیں۔

**جناب قائم مقام چیئرمین:** جی کل رحمٰن ملک صاحب آئیں گے۔ میں نے ان سے کہا ہے کہ اپنی belt کس کر آئیں اور garters بھی کس کر آئیں عزیزی والے، پھر آ کر جواب دیں۔ جی سینیٹر طاہر مشہدی صاحب۔

**سینیٹر کرنل (ریٹائرڈ) سید طاہر حسین مشہدی:** جناب چیئرمین! شکریہ۔ آج ہم پاکستان کے Upper House of the Parliament میں ایک بہت ہی افسوسناک واقعے پر بات کر رہے ہیں۔ پورا پاکستان جل رہا ہے۔ یہ ایک summer of great discontent prove ہو رہا ہے۔ disunity, blame game ایک دوسرے پر الزامات لگانا، جلتے ہوئے پاکستان پر petrol چھڑکنا اور معاملے کو مزید خراب کرنا اور اصل معاملے کی طرف نہ جانا، یہ آج پورے پاکستان میں حال ہے۔ اس وجہ سے پاکستان کے دو بیٹے بلوچستان میں شہید ہوئے اور اور ایک پختونخوا میں شہید ہوا۔ ویسے تو پورے پاکستان کی اولاد، پاکستان کے قیمتی اثاثے، دہشت گردی، suicide bombing, target killings کی وجہ سے، barbaric, heinous monsters کے attacks کی وجہ سے تباہ ہو رہے ہیں اور criminals کی آپس میں turf wars پر قیمتی جانیں ضائع ہو رہی ہیں۔ جو بھی قیمتی جان ضائع ہوتی ہے وہ پاکستان کی جان ہے، وہ ہمارے پاکستان کے اور ہمارے ہی بچے ہیں، وہ ہمارے بیٹے ہیں اور یہ ہمارے پورے پاکستان کا نقصان ہے۔ ہم ان کے لیے روتے ہیں اور ہم ان کے لیے افسوس کرتے ہیں مگر اس سے آگے کچھ نہیں کر رہے۔ خاص طور پر جو mention کرنے کے قابل ہیں ان

میں سے دو تو بہت بڑے بلوچ nationalists ہیں۔ پاکستان کے اول درجے کے سیاستدان، اپنے وقت کے ideological titans اور پاکستان کی غریب عوام کے نمائندے مولا بخش دشتی اور سینیٹر حبیب جالب بلوچ کی افسوس ناک target killings کو جتنا بھی condemn کیا جائے وہ کم ہے۔ جن monsters نے، جن درندوں نے، جن بزدل لوگوں نے یہ کام کیا ہے، حکومت کو انہیں پکڑنا چاہیے، حکومت کی law enforcing agencies کو improvement دکھانی ہے۔ ہماری intelligence agencies کو واپس اپنا کام کرنے پر لگایا جائے اور ان کا کام ایسے دہشت گروں پر، ایسے criminals پر اور ایسے قاتلوں پر نظر رکھنا اور ان لوگوں کی نشاندہی کرنا ہوتا ہے، یہ نہیں ہوتا کہ پاکستان میں جو کام وہ کر رہے ہیں اور کرتے رہے ہیں اور اس میں انہیں صرف بدنامی ملی ہے جبکہ پاکستان کو نقصان ہوا ہے۔

اس کے علاوہ پبی میں میاں افتخار حسین صاحب کے بیٹے کو شہید کیا گیا۔ ANP کے ایک اور بہادر سیاستدان کے بیٹے کو شہید کیا گیا اور اس کے بعد اس سے بھی بزدلانہ، غیر اسلامی، barbaric, heinous, criminal جو کچھ بھی دنیا میں ذلیل ترین انسان کرسکتے ہیں وہ یہ کام کیا کہ آج ان کے گھر پر ان کی عورتوں پر بھی حملہ کیا گیا۔ جتنے بھی سخت الفاظ ہوسکتے ہیں ہم اس کی ان الفاظ میں مذمت کرتے ہیں۔ ہم وفاقی، صوبائی حکومتوں اور agencies سے demand کرتے ہیں کہ ان واقعات میں شامل درندوں کو جلد از جلد پکڑا جائے اور انہیں death penalty کی سزا دلائی جائے۔ پاکستان میں یہ دہشت گردی، criminalization, target killing, اب تو نہ صرف کراچی کا واقعہ ہے، نہ صرف پشاور کا واقعہ، نہ پبی کا واقعہ ہے، نہ جمرود کا واقعہ ہے، نہ واہ کا واقعہ ہے، یہ تو لاہور میں داتا دربار کا بھی واقعہ نہیں رہا، اب تو پاکستان میں ہر جگہ یہ واقعات ہو رہے ہیں۔ کوئٹہ میں، تربت میں، پنجگور میں، اب پاکستان کا کوئی بھی حصہ نہیں بچا۔ جہاں تک بلوچستان کا تعلق ہے، بلوچستان میں پاکستان کے بننے سے لے کر آج تک جو بھی ظلم ہوئے ہیں، جو بلوچ اور پختون باشندے بلوچستان میں رہتے ہیں، ان کے جو حقوق مارے گئے ہیں، ان کے ساتھ جو بے انصافیاں ہوئی ہیں، ان کی جو قتل و غارت کی گئی، ان کے missing persons کا معاملہ ہے، ان کی عزت کا جو معاملہ ہے، ان کے حقوق کے معاملات ہیں، ان کے جو حقوق مارے گئے ہیں، وقت آگیا ہے کہ حکومت بات چیت ختم کرے اور اب action کا وقت آگیا ہے اور کچھ کر کے دکھائے، نہیں تو بلوچستان کے غریب، دکھی عوام اور مار کھائی ہوئی عوام اب اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتی۔ ہم انہیں پورا support کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے کہ جب تک ان کی

just demands, ان کے حقوق، انہیں پوری طرح نہ ملیں اور انہیں پاکستان کے باقی حصوں کی طرح treat نہ کیا جائے اور ان کے resources نہ دیے جائیں، ان کی عزت اور ان کے خاص culture and tradition کی عزت نہ کی جائے اس وقت تک ہم ان کو پوری طرح support کرتے رہیں گے۔ میں حکومت سے درخواست کرتا ہوں کہ وقت آ گیا ہے کہ commissions بند کر دے، committees بند کر دے اور حکومت اب action لے. before it is too late.

کراچی میں بہت ہی افسوس ناک واقعات ہوئے ہیں۔ میں ستر سال سے کراچی کا رہنے والا ہوں، کراچی میں ساری قومیں بستی ہیں، ساری قومیں میری قومیں ہیں، وہاں کے سارے بچے میرے بچے ہیں۔ جب بھی کوئی آدمی کراچی میں شہید ہوتا ہے، چاہے وہ کسی بھی قوم کا ہو، کسی بھی مذہب کا ہو، کسی بھی sect کا ہو، وہ میرا بچہ ہے۔ مجھے دکھ ہوتا ہے۔ اب وقت آگیا ہے کہ ہم blame game ختم کریں، ہم political polarization ختم کریں، ہم اس کے ساتھ سیاست کھیلنا بند کریں اور ہم سارے مل کر، پاکستان کی ساری عوام اکھٹے ہو کر اپنا معاملہ سمجھ کر، all political parties مل کر، ساری law enforcing agencies gear up ہو کر، intelligence agencies اپنا کام شروع کریں اور اس کا حل ڈھونڈا جائے۔ حکومت نے دو تین actions لیے ہیں، کم سے کم اعلان تو کر آئے ہیں، اب ان کو complete کیا جائے۔ Action against land grabbers بہت ضروری ہے۔ Land mafia آپس میں لڑ کر ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں۔ Criminal gangs کے خلاف action بہت ضروری ہے۔ Target killers کو پکڑا جائے، چاہے وہ کسی بھی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں۔ Judicial inquiry جس کا ہم بہت دیر سے مطالبہ کر رہے تھے، جس کو کل announce کیا گیا ہے، وہ جلد از جلد اپنا کام شروع کرے اور ان معاملات میں جو بھی ملوث ہوں، چاہے وہ کسی بھی پارٹی سے تعلق رکھتے ہوں، چاہے وہ کسی بھی عہدے پر ہوں، چاہے وہ کسی بھی privileged class سے تعلق رکھتے ہوں، ان کو nominate کیا جائے اور ان کے خلاف action لیا جائے۔ Enough is enough, we can not spare any more blood. The blood of Pakistanis is being shed اور جب تک ہم یہ نہیں سوچیں گے کہ جو بھی خون بہہ رہا ہے یہ ہمارا اپنا خون گلیوں میں بہہ رہا ہے، چاہے وہ داتا دربار کی گلیوں میں بہہ رہا ہو، چاہے وہ پبی میں ہو۔ میں ANP کی leadership کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے خیبر پختونخوا میں بہت قربانیاں دی ہیں، ان کے بہت بڑے بڑے لیڈروں نے دلیری اور ہمت کی جو مثالیں پیش کی ہیں اور ان کی پوری پارٹی نے جس جذبہ

ایمانی سے اور جس طریقے سے دہشت گردی کے خلاف action لیا ہے، پوری قوم کو انہیں خراج تحسین پیش کرنا چاہیے، پاکستان آرمی کے ساتھ بھی پوری قوم کی دعائیں ہیں، انہوں نے دہشت گردوں کے خلاف جو قربانیاں دی ہیں، پوری قوم ان کی عزت کرتی ہے۔ جب تک پاکستان آرمی دہشت گردی، target killings, bomb blasts, suicide killings کا جب تک ان کا خاتمہ نہیں کر پاتی پوری قوم کا فرض ہے کہ پاکستان آرمی کا ساتھ دے۔

میں دوبارہ حبیب جالب بلوچ کی بات کروں کہ وہ صرف بہت بڑے سیاستدان نہیں تھے، وہ ایک بہت بڑے طالبعلم رہنما نہیں تھے، وہ پاکستان کی سیاست میں اپنا نشان چھوڑ گئے ہیں۔ Nationalist and left wing politics میں وہ ہمیشہ یاد کیے جائیں گے۔ انہوں نے یہاں سینیٹ میں بھی اپنا مقام بنایا تھا، ان کی contribution ہمیشہ یاد رہے گی اور ہم انہیں یاد کریں گے۔ ایسے لوگ سرمایہ ہوتے ہیں اور وہ قوم بہت خوش نصیب ہوتی ہے جہاں ایسے ایماندار، دلیر، عوام سے پیار کرنے والے لوگ، جو سیاست کو صحیح جانتے ہیں، جو جمہوریت کے لیے قربانیاں دیتے ہیں، وہ پیدا ہوتے ہیں اور unfortunately درندے ان کو قتل کر دیتے ہیں اور قوم کو بہت بڑا نقصان دیتے ہیں۔ آج بلوچستان غریب نہیں ہوا، ان کے جانے سے پورا پاکستان غریب ہوا ہے اور ہم سب ان کے لیے آنسو بہاتے ہیں۔ شکریہ

**قائم مقام چیئرمین:** شکریہ۔

**سینیٹر حافظ رشید احمد:** جناب چیئرمین صاحب! یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ ہاؤس چل رہا ہے اور government benches پر کوئی نہیں ہے۔ ہم بلوچستان کے issue پر بات کر رہے ہیں۔ یہ غیر سنجیدہ رویہ ہے۔

**جناب قائم مقام چیئرمین:** ایسا نہیں ہے، دو وفاقی وزیر بیٹھے ہوئے ہیں، وہ نوٹ لے رہے ہیں۔ کورم بھی پورا ہے اور اب اور بھی members واپس آگئے ہیں۔ یہ condolence کی speeches ہیں ۔ یہ کوئی point scoring کا معاملہ نہیں ہے۔ اس میں human factor involve ہے اور ہمیں اپنی روایات کو بھی دیکھنا ہے ۔ سو فیصد حاضری کبھی نہیں ہوتی۔ اٹھارھویں ترمیم کے دن بھی دس لوگ غیر حاضر تھے۔ جی شیرانی صاحب۔

سینیٹر مولانا محمد خان شیرانی: بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ (عربی)اللہ جل جلالہ فرماتے ہیں، ایمان والو جو کچھ زبان سے کہتے ہو ، اس پر عمل کر کے کیوں نہیں دکھاتے اور جب تک آپ کی زبان، قول اور فعل کی وحدت نہیں ہو گی تو یہ اللہ کے غضے کا باعث بنے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رویت میں فرماتے ہیں (عربی) تم میں سے ہر ایک شخص کی ایک ذمہ داری ہے اور اس شخص کو اس ذمہ داری کے بارے میں مسئول گردانا جاتا ہے لیکن ہم ایک ایسے ملک میں رہتے ہیں کہ ہمیں کسی بھی سطح یا کسی بھی عمل کے لیے کسی بھی مسئول کا کوئی پتا ہی نہیں چلتا ہے کہ آخر ہم پوچھیں تو کس سے پوچھیں۔ مثلاً اس ملک میں ایک اصطلاح بیان کی گئی اور اس میں کہا گیا کہ فلاں عمل جہاد ہے۔ جہاد اس عمل کو کہتے ہیں جس کے نتیجے میں اسلام کی بالادستی اور امت مسلمہ کو غلبہ حاصل ہو لیکن اس کے نتیجے میں مدارس اور مساجد bombardہوئیں، علماء کو ذبح کیا گیا، طالبان بدنام ہوئے ، جہاد کی بدنامی ہوئی، مجاہد بدنام ہوئے اور پوری امت مسلمہ کو پوری دنیا میں میڈیا پر یوں دکھایا گیا کہ یہ تو ایسے لوگ ہیں کہ نہ اپنوں پر کوئی رحم کھاتے ہیں، نہ دوسرے پر کوئی رحم کرتے ہیں۔ اگر ایک عمل ایسا ہو جس کے نتیجے میں نیک نامی کی بجائے بدنامی ہو جائے تو اس کو فساد کہا جا سکتا ہے۔ لہٰذا یہاں پر ہر ایک چیز الٹ ہے، کام کچھ ہو گا اور نام کچھ اور رکھا جائے گا، نام جہاد کا رکھا لیکن کام فساد کا کیا۔ اب اس کا کون مسئول ہو؟

بجاطور پر کوئی کہہ سکتا ہے کہ کیوں کہ اس وقت جب ہم سب جنگ میں فریق بن رہے تھے تو وہاں پر ایک فوجی جرنیل کی حکمرانی تھی، اب ہم اس کو جرنیل کی حیثیت سے دیکھیں یا حکمران کی حیثیت سے دیکھیں، کس حیثیت سے دیکھیں اور اس چیز کو ہم کس سے منسوب کریں، کوئی پتا نہیں چلتا ہے۔ پھر ہم نے ایک اور قدم اٹھایا اور کہا کہ 'انسداد دہشت گردی' کے بارے میں نام تو بڑا خوبصورت ہے لیکن کیا کام بھی انسداد کا ہوا یا فروغ کا ہوا۔ اب اگر اس ہاؤس میں کوئی ذمہ دار شخص ہوتا جس سے ہم پوچھ لیتے کہ جناب! جب آپ نے انسداد کا عمل شروع نہیں کیا تھا تو ظاہر بات ہے کہ اس وقت دہشت گردی ہوتی ہو گی، خون بہتے ہوں گے، آبادیاں اجڑتی ہوں گی، سڑکیں اکھڑتی ہوں گی، مساجد اور مدارس bombard ہوتے ہوں گے، ہسپتال اور سکول گرائے جاتے ہوں گے، اس وقت کی جو تخریب تھی اس کا ratio کیا تھا اور جب آپ نے انسداد شروع کیا تو اس تخریب میں خون ریزی کے میدان میں، آبادیوں کے اجڑنے کے میدان میں، ہسپتالوں اور سکولوں کی تخریب کے میدان میں کتنی

کمی واقع ہوئی؟ میں پورے ہاؤس کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ یقینی طور پر وہ کہیں گے کہ جب ہم نے انسداد کا عمل شروع نہیں کیا تھا تو وہاں پر امن تھا، جب ہم نے انسداد کا عمل شروع کیا تو وہاں پر دہشت گردی کو فروغ ملا۔ جب نام انسداد کا ہو، کام فروغ کا ہو تو پھر اس کے بارے میں ہم کس سے پوچھیں۔ وہ بجا طور پر کہہ سکتے ہیں کہ جی جب یہ عمل شروع ہوا تو ایک جرنیل کی حکومت تھی لیکن ایک طرف سے جرنیل، دوسری طرف سے حکومت تو نسبت کس کو کریں، جرنیل کو بحیثیت جرنیل کریں یا حکمران کو بحیثیت حکمران کریں، کس کو کریں؟

جناب! اب کیری لوگر بل میں ایک اور فنڈ بھی مختص ہے اور اس فنڈ کو انہوں نے نام دیا 'پاکستان میں انسداد خانہ جنگی'۔ اب میں کس سے پوچھوں کہ وہ کرائے کا فنڈ اب ہمارے پاس پہنچا ہے کہ نہیں پہنچا ہے۔ یہ کون بتا سکے گا کہ وہ پہنچا ہے یا نہیں پہنچا ہے۔ اب انسداد تو تب ہو گا جب اس کا وجود ہو گا۔ یہ فنڈ انسداد خانہ جنگی کے لیے استعمال یا پھر فروغ خانہ جنگی کے لیے استعمال ہو گا۔ اب یہاں پر کہا جاتا ہے کہ کچھ خفیہ ہاتھ ہیں، خفیہ ہاتھ ہوں گے لیکن یہ اپنے ہیں یا پرائے ہیں۔ یہ کون ہیں؟ اگر اپنے خفیہ ہاتھ ہیں تو پھر ہمیں اس کی افادیت بتائیں۔ اگر پرائے خفیہ ہاتھ ہیں تو ان کی نشاندہی تو کی جائے کہ وہ کون ہیں؟ یہ target killing جو ہوتی ہے، ہمارے بہت سارے، محترم جالب صاحب کا نام یا افتخار صاحب کے صاحبزادے کا نام یا اسی طرح بہت ساری قیمتی جانیں جن کا درجنوں کے حساب سے خون بہایا جاتا ہے اور قتل کیا جاتا ہے۔ عدیل صاحب! آپ کے رویے سے میں یہ جانوں گا کہ آپ کو اس خونریزی کی کتنی اہمیت ہے۔ یہ سب کچھ آپ دیکھتے ہیں اور یہ دن دیہاڑے ہوتا ہے، یہ کوئی جنگل میں نہیں ہوتا کہ انسان کہے کہ چونکہ جنگل تھا، بڑا گھنا جنگل تھا، کچھ پتا نہیں چلا کہ چور کہاں چلا گیا۔ رات کی تاریکی میں بھی یہ عمل نہیں ہوتا، پہاڑ کے دشوار گزار راستوں پر بھی نہیں ہوتا ہے۔ یہ شہر کے اندر ہوتا ہے، دن دیہاڑے ہوتا ہے، تمام forces جو دفاع کے لیے مختص ہیں، چاہے وہ خفیہ ہوں چاہے ظاہر ہوں ان کی موجودگی میں ہوتا ہے، پھر پتا بھی نہیں چلتا ہے کہ کیا ہوا اور وہ کہاں چلا گیا۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ سب کچھ کون کرتا ہے۔ کیا ہمارے اپنے خفیہ ہاتھ کرتے ہیں، تو پھر اس کی افادیت بتائیں۔ اگر کوئی دوسرے خفیہ ہاتھ ہیں تو ان خفیہ ہاتھوں کا اور ان ہاتھوں میں استعمال ہونے والے افراد کا ان کو پتا ہے، اگر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں تو کوئی پتا ہی نہیں ہے تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمہارے وجود کی افادیت کیا ہے؟ اگر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں پتا تو ہے لیکن ہم اسے چھپانے کے لیے مجبور ہیں ہم قوم کو بتا نہیں سکتے تو پھر ہمیں یہ بتایا جائے کہ چھپانے کا باعث کیا ہے خوف یا کرائے کا

فنڈ، اصل بات کیا ہے؟ اگر خوف ہے تو تب بھی ہمیں بتایا جائے کہ پھر کیا افادیت ہے؟ اگر کرایہ ہو تو تب بھی بتایا جائے کہ کیا افادیت ہے؟ میرے پاس تو بہت ساری معلومات موجود ہیں کہ کم از کم بلوچستان کی حد تک تو میں بتا سکتا ہوں کہ رنگے ہاتھوں جو افراد پکڑے گئے ہیں اور لوگوں نے ان کی پٹائی بھی کی ہے، پھر پولیس کے حوالے بھی کیے ہیں، پھر خفیہ ہاتھوں والے آکر انہیں چھڑا بھی چکے ہیں۔ اب یہ معمہ حل نہیں ہو پاتا کہ یہ کیا ہے۔ اغوا برائے تاوان بھی ہوتے ہیں لیکن پتا چلتا ہے کہ ہمارے خفیہ ہاتھ آتے ہیں، بڑھتے ہیں اور قتل بھی ہوتے ہیں۔ میں نے اس اجلاس میں بھی آپ سے گزارش کی کہ آپ براہ کرم تمام ذمہ دار، صدر صاحب، وزیر اعظم صاحب، تمام صوبوں کے گورنر حضرات، چیف منسٹر صاحب اور ہمارے جتنے بھی فوجی ذمہ دار دوست ہیں سب کو، چاہے وہ جن بھی اداروں کے سربراہ ہیں اور تمام اسلامی اور غیر اسلامی ممالک کے سفراء کو بلایا جائے تاکہ ہم ان کے سامنے پیش کریں کہ یہ ہے ساری حقیقت۔ پھر اس پر کوئی لائحہ عمل طے کریں۔ اب سول حکومت جو ہماری محترم پیپلز پارٹی کی ہے وہ بھی یہ سوچیں، یعنی اگر ہم یہ جانتے ہوئے کہ یہ کیا کھیل کھیلا جاتا ہے اور اس پر خاموش رہیں تو نبی ﷺ فرماتے ہیں (عربی) جو حق بات پر خاموش رہے وہ گونگا شیطان ہے۔ تو ہم تو ہاؤس والے سارے گونگے شیطان بن جائیں گے جبکہ ہمیں پتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں یہ بات کس سے پوچھوں کہ یہاں پر جو خون ریزی ہو رہی ہے جس کو نام آپریشن کا دیا جاتا ہے، اس کے لئے جو فنڈز مہیا ہوتے ہیں کیا یہ امر واقعہ ہے کہ امریکہ کے اس فنڈز سے یہ دیا جاتا ہے جو عراق اور افغانستان کی جنگ کے لیے مختص ہیں۔ اگر ہم یہ سب کچھ اس فنڈ کے بدلے میں کرتے ہیں تو پھر یہ جنگ پاکستان کی ہے، پاکستانی عوام کی ہے، اسلام کی ہے، امت مسلمہ کی ہے یا اس کی ہے جو ہمیں اس کی اجرت دیتا ہے۔ یہ جنگ کس کی ہے؟ پھر اگر کل کیری لوگر بل کا پیسہ پھر ہمارے پاس آجائے گا اور پھر اس کی بنیاد پر ہم خدمت کریں تو پھر وہ خدمت کس کی ہو گی؟ اب یہ ایک ایسا سنجیدہ مسئلہ ہے کہ نہ ایک دن کا ہے، نہ ایک سال کا ہے، یہ ایک عشرے کا ہے، یہ میرے خیال میں 1977 سے غالباً شروع ہو چکا ہے یا اس سے بھی تھوڑا بہت آگے یا پیچھے۔ تو اس لئے جناب چیئرمین صاحب! میں سمجھتا ہوں کہ یہ خون ریزی ہوتی ہے اور ہم سب کچھ جانتے بھی ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے لیکن ہم نے خاموشی اس پر اختیار کی ہے، کیا ہم موت کے قائل نہیں ہیں کہ ہمیں موت نہیں آئے گی۔ کیا ہم اللہ کے سامنے مسئولیت کے قائل نہیں ہیں کہ میں نے اللہ کے سامنے پیش ہونا ہے اور اس نے مجھ سے جواب طلبی کرنی ہے کہ جو ذمہ داری تمہاری تھی چاہے آپ سول گورنمنٹ میں تھے، چاہے Civil Establishment میں تھے، چاہے فوجی

Establishment میں تھے، چاہے فوجی جنرل تھے یا کوئی بھی افسر تھے یا کوئی بھی سیاستدان تھے کیا تمہیں ان حالات کا پتا نہیں تھا۔ میں اس ہاؤس والوں سے بھی پوچھتا ہوں کیا ان کو یہ سارا پتا نہیں ہے کہ یہ جنگ واقعی ہے یا مصنوعی ہے۔ کوئی بتائیں تو سہی۔ جب سب جانتے ہیں کہ یہ مصنوعی جنگ ہے، واقعی جنگ نہیں ہے، اور آپ کو بخوبی علم ہے جناب چیئر مین صاحب! جب سوات کا آپریشن ہو رہا تھا تو اس دوران اخبارات میں یہ بات بالکل سب نے پڑھی ہو گی اور میرے خیال میں میرے اس معزز ہاؤس کے ارکان نے بھی پڑھی ہو گی کہ ایک گاڑی جاتی ہےاور کھانا لے جاتی ہے اور دونوں متحارب مورچوں میں تقسیم کرتی ہے۔ نہ ایک طرف کا گولہ وہاں پر لگتا ہے اور نہ وہاں کا گولہ یہاں پر لگتا ہے، دونوں طرف کا گولہ پبلک پر لگتا ہے۔ میں ایک کہاوت شاید پہلے بھی بیان کر چکا تھا۔ پرانے زمانے میں جب ہم طلباء حجروں میں پڑھا کرتے تھے تو وظیفوں پر گزارا ہوتا تھا۔ غربت غالب تھی اور بھوک بھی زیادہ تھی تو مہمان داری بڑا مشکل عمل ہوتا تھا۔ جب طلباء کے پاس کوئی مہمان آتا تھا تو وہ شرم کے مارے یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ تم جاؤ یہاں سے نکل جاؤ۔ تو پھر جنگ آپس میں چھیڑتے تھے اور ایک مصنوعی جنگ برپا کر دیتے تھے۔ تو سب سے پہلے چراغ کو بجھاتے تھے بعد میں جو جوتیاں چلتی تھیں تو دونوں طرف کی جوتیاں مہمان ہی کو لگتی تھی اور ساتھ آواز لگاتے تھے کہ مہمان کا خیال کریں کہ اسے کوئی گزند نہ پہنچے۔ تو یہ طریقہ ہمارے ساتھ اگر اختیار کیا جا رہا ہے اور سب کو پتا ہے کہ یہ ہو رہا ہے تو پھر آخر ہمیں بھی خدا کو حاظر و ناظر سمجھ کر اس کو سنجیدہ لینا چاہیے کہ یہ کیا ہے۔

اب یہ مدارس والی بات ہوتی ہے کہ مدارس ہیں اور ان میں مذہبی بنیاد پرستی ہے۔ ہمارے حاجی عدیل صاحب تو کبھی کبھار ہم پر بہت زیادہ برس پڑتے ہیں۔ میں نے ایک اجلاس میں کہا تھا کہ کتاب الجہاد، مدارس میں ہم صدیوں سے پڑھاتے ہیں۔ بہت طویل مدت سے لیکن ہمارے بارے میں پشتو میں ایک کہاوت تھی۔ پتا نہیں بروہی اور پنجابی میں ہو یا نہ ہو۔ ہمارے پشتو میں ایک کہاوت مشہور تھی ہمارے مولویوں کے بارے میں۔ (پشتو) یعنی جب جنگ ہو گی اور پتھر برسنے لگیں گے تو پھر مولویوں کو خوب اچھی طرح ڈھانپ لو یعنی وہ میدان والا نہیں ہے وہ چھپنے والا ہے۔ جب گوبر کا جنگ ہو تو پھر اس کو تھامے رکھو کہ یہ نہ ہو کہ وہ بھی لڑے۔ تو یہ ہم کتاب الجہاد صدیوں سے پڑھاتے تھے لیکن جب تک ٹریننگ سینٹرز نہ تھے، جب تک نئے سیٹیلائٹ ٹیلیفون نہیں دیے جاتے تھے، جب نئے سکوٹر پر لوگوں کو سوار نہیں کیا جاتا تھا، جب کلاشنکوف کندھے پر نہیں لٹکایا جاتا تھا، جب پیسے جیب میں نہیں بھروائے جاتے تھے، جب کارتوس کے تھیلے نہیں بھروائے جاتے تھے اور جب انہیں آر پار نہیں

لے جاتے تھے تو پھر کوئی مولوی دیوانہ نہیں ہورہا تھا۔ اب بھی اگر یہ ٹریننگ سینٹرز بند ہوجائیں اور یہ سب کچھ بند ہوجائے، نہ حاجی عدیل صاحب ہم پر برسیں گے اور نہ ہم اس پر برسیں گے۔ کچھ بھی نہیں ہوگا۔

اب ہمارے قبائلی معاشرے میں جناب چیئرمین صاحب! آپ کا تعلق بھی قبائلی معاشرے سے ہے۔ قبائلی معاشرے میں سیاست کے دو اصول مسلمہ ہیں۔ ایک اصول یہ ہے کہ جب تک کسی دیہات یا کسی بستی یا کسی گاؤں یا کسی محلے کے گھر کے اندر جھگڑا نہیں ہوگا تو محلے والے اور بستی والے بغیر اجازت کے اس گھر کے اندر داخل نہیں ہوسکتے۔ لہذا مستبد قوتوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ پہلے گھر کے اندر جھگڑا ڈلواتے ہیں پھر چھڑوانے کے بہانے سے دیواریں پھیلانگ کر اندر جاتے ہیں۔ ہم تو دیہاتی سیاست جانتے ہیں، بین الاقوامی سیاست تو شاید ہمارے یہ دوست بہتر جانتے ہوں گے۔ یہی دیہاتی سیاست کا جب دائرہ وسیع ہوجاتا ہے تو بین الاقوامی سیاست بن جاتی ہے۔ ہمارے پشتو میں کہاوت مشہور ہے، وہ کہتے ہیں۔ (پشتو) یعنی دو کے درمیان جھگڑا ڈلوا دے تاکہ میرا لقمہ تر ہوجائے۔ پھر ایک اور کہاوت بھی سناؤں گا۔ کہتے ہیں کہ بھیڑیے کو بادو باراں چاہیے۔ یعنی بھیڑیا جب کسی ریوڑ پر حملہ آور ہوتا ہے تو وہ صاف ستھرا دن اس کے لئے ناقابل قبول ہے۔ جب بارش ہوگی اور آندھی چلے گی، گردو غبار ہوگا اور کسی کو کچھ بھی نظر نہ آئے تو وہ اس کے لئے عید کا دن ہوتا ہے۔ بین الاقوامی مستبد قوتیں، مزاج کے اعتبار سے مقامی مستبد قوتوں سے ملتی جلتی ہیں۔ لہذا گھر کے اندر جھگڑا پیدا کرنا، یہ گھر کی حفاظت نہیں ہے بلکہ یہ دشمن کو اندر آنے کی دعوت ہے اور پھر یہ دوسری بات مسلمہ ہے قبائلی سیاست میں کہ جب کسی بستی میں کوئی نقصان ہوتا ہے تو وہ قدموں کے آثار اٹھا کر دوسرے بستی کے اندر لے جاتے ہیں۔ پھر اس کے بعد سیدھے وہ مسجد میں جاتے ہیں۔ سردار، ملک، سفید ریش، مولوی اور سب کو بلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رات کو ہمارا نقصان ہوا ہے۔ قدموں کے آثار تمہاری بستی کے اندر داخل ہوئے ہیں یا تو آگے بڑھاؤ اپنی بستی سے یا پھر چور ہمارے حوالے کرو یا پھر تم لوگ میرے دشمن ہو۔

اب افغانستان، ایران، کشمیر بھی جائیں اور ایک زمانہ تو ایسا تھا کہ چین بھی لوگ جاتے تھے۔ اب سب کے قدموں کے آثار ہمارے گھر آئیں اور ہم کہیں کہ ہم گھر کی حفاظت کر رہے ہیں۔ ہمیں سمجھ نہیں آتا ہے کیونکہ ہم قبائلی اور دیہاتی لوگ ہیں۔ شاید یہاں پر جو بازاری سیاسی لوگ ہیں وہ ہمیں سمجھا سکیں کہ یہ کیا ہورہا ہے۔ یہ دونوں طریقے غلط ہیں۔ دوسرے کے گھر میں پتھر مارنا یہ بھی کوئی اپنے

گھر کی حفاظت کی ضمانت نہیں دیتا۔ اپنے گھر کے اندر جھگڑے ڈلوا کر یہ بھی دشمن کا راستہ نہیں روک سکتا ہے۔ شکریہ۔

**جناب قائم مقام چیئرمین:** شکریہ، حافظ رشید صاحب۔

**سینیٹر حافظ رشید احمد:** شکریہ جناب چیئرمین! آپ نے مجھے دلخراش اوراس وقت جبکہ پورا ملک مخمصے کی حالت میں ہے بات کرنے کا موقع دیا میں آپ کا مشکور ہوں۔ جناب چیئرمین! میں حیران ہوں کہ بات کہاں سے شروع کروں۔ بندہ جب بات شروع کرتا ہے تو اپنے گھر سے ہی شروع کریں۔ جناب چیئرمین! ابھی آپ نے خود اندازہ لگایا ہوگا اور آپ کو اندازہ ہوا ہوگا، آپ کو احساس ہوا ہوگا کہ اتنے اہم ترین موقع پر، اتنے اہم ترین لوگ ہم سے جدا ہوگئے، شہید ہوگئے ہیں، ضائع ہوگئے ہیں۔ اس موقع پر یہ بحث یہاں ہو رہی ہے اور ہم کبھی اس چیمبر میں جاتے ہیں، کبھی اس چیمبر میں جاتے ہیں۔

جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ یہ غیر سنجیدگی کا مظاہرہ ہے۔ جناب چیئرمین! میری تقریر شروع ہونے سے پہلے آپ نے کورم کی بات کی، میں نے آپ کے منہ مبارک سے سنا کہ یہ انگریزوں کی ایجاد کردہ چیز ہے۔ جناب چیئرمین! انگریزوں کی ایجاد کردہ ہر چیز غلط نہیں ہوتی۔ جو غلط ہے اس کو اگر ہم غلط کہیں تو ٹھیک ہوگا، جو صحیح ہے وہ قیامت تک صحیح ہوگا۔ جناب چیئرمین! میں اپنی بات پر آتا ہوں، کورم کی بات نہیں ہے، بات سنجیدگی کی ہے۔ اس موقع پر میرا دل تو چاہ رہا ہے کہ یہاں پر جناب وزیراعظم صاحب موجود ہوتے اور سو فیصد حاضری ہوتی، پھر ہماری بحث ہوتی تو میرے خیال میں مکمل سنجیدگی کا مظاہرہ ہوتا۔ جناب چیئرمین! میں یہ بھی واضح کردوں کہ صرف بحث، debate, discussion ایک دوسرے کے ساتھ بحث کرنا صحیح نہیں ہے، اس کا ہمیں حل ڈھونڈنا چاہیے۔ اس طرح نہیں ہوتا کہ میں condemn کرتا ہوں، میں مذمت کرتا ہوں، میں افسوس کرتا ہوں، میں یہ کرتا ہوں، میں وہ کرتا ہوں۔ جناب چیئرمین! کبھی میرے ذہن میں آتا ہے کہ ہم اس وقت تک ہنسیں بھی ناں جب تک ملک کے حالات معمول پر نہ آجائیں۔

جناب چیئرمین! ہمارے فاٹا میں کیا ہو رہا ہے۔ حبیب جالب صاحب سیاسی ورکر شہید ہوگئے ہیں، ہمیں اس پر بے انتہا افسوس ہے اس سے کوئی بھی انکار نہیں کرے گا۔ جناب چیئرمین! میں آپ کو واضح کرنا چاہتا ہوں، اس کو سنجیدگی سے لیں کہ فاٹا میں جو کچھ ہو رہا ہے، ہمیں دوسرے

شہری کی حیثیت دی جا رہی ہے بلکہ دوسرے شہری کا بھی نہیں ہمیں غیر شہری کا احساس دلایا جا رہا ہے۔ روز پندرہ بیس لوگ شہید ہوتے ہیں۔ افسوس صد افسوس، ظلم برائے ظلم یہ کہ حکومت بھی ہمیں مارتی ہے، جناب چیئرمین! اس کو نوٹ کر لیں، ایسا نہ ہو کہ پھر یہ بات ریکارڈ پر نہ ہو، حکومت بھی ہمیں مارتی ہے اور دوسری طرف سے مزاحمت کار بھی ہمیں مارتے ہیں۔ جناب چیئرمین! میں آپ کو ببانگ دہل کہتا ہوں، علی الاعلان کہتا ہوں کہ واللہ، واللہ، واللہ یہ سارا ہاؤس سن لے کہ حکومت ہمیں اس سے بدرجہا زیادہ مارتی ہے۔ جناب چیئرمین! میں نے تین بار قسم کھائی ہے۔ اسی طرح ہم پر بمباری کی جا رہی ہے جس طرح ہندوستان والوں پر، میں کہتا ہوں کہ کسی غیر مسلم پر بھی بمباری نہیں ہونی چاہیے جب تک وہ آپ کے سامنے مزاحم نہ ہو میرا تو موقف یہ ہے، میری تو یہ سوچ ہے۔ جناب والا! ہمارے فاٹا پر جو بمباری کی جا رہی ہے وہ انسانیت پر بمباری نہیں ہے، میرے ذہن، میری سوچ میں نہیں ہے کہ وہ کن لوگوں پر بمباری کی جا رہی ہے۔

جناب چیئرمین! یہ میڈیا پر بھی نہیں آ رہی، نہ کسی اخبار میں آتا ہے بالکل کسی کو پتا نہیں ہے کہ فاٹا میں کیا ہو رہا ہے۔ وہاں پر حکومت نے لشکر بنایا ہے۔ جناب والا! میرا دل بھرا ہوا ہے، میری باتیں ذرا غور سے سن لیجیے گا۔ حکومت نے لشکر بنوایا ہوا ہے، اس وقت ہم کہتے تھے کہ آپ ہمیں لڑوا رہے ہیں۔ اب وہ موقع آیا ہے کہ مزاحمت کار بھی ہمیں مارتے ہیں۔ یہ نہیں کہ ہمیں فاٹا میں مارتے ہیں، پنڈی میں مارتے ہیں، تازہ واقعہ ہے۔ پنڈی میں تین ڈیرے ہیں، بیچارے دیہاڑی دار لوگ، مزدور، ایک ڈیرہ میں دس پندرہ لوگ ہیں، دوسرے ڈیرے میں دس پندرہ ہیں، نزدیک نزدیک رہتے ہیں۔ تین بندے ایک ڈیرہ پر آتے ہیں، چار بندے دوسرے ڈیرے پر آتے ہیں، پانچ تیسرے ڈیرے پر آتے ہیں، اندھا دھند فائرنگ کرتے ہیں، پانچ ایک ڈیرے میں، پانچ دوسرے ڈیرے میں اور چھ تیسرے ڈیرے میں مار دیتے ہیں۔ لوگ غائب ہو جاتے ہیں۔ آپ یقین کریں، جو چلے گئے وہ تو چلے گئے افسوس یہ ہے کہ ادھر ہسپتال میں کوئی داخلہ بھی نہیں دے رہے تھے، وجہ کیا تھی؟ وجہ یہ تھی کہ ہفتے کا دن تھا، چھٹی کا دن تھا۔ ہمیں فون آتا ہے کہ ہم کیا کریں، ہم تو حکومت کے لیے لڑ رہے تھے۔ مہمند ایجنسی اس جگہ کا نام "خارئی درہ" ہے ادھر ایک فعال لشکر مزاحمت کاروں کے خلاف بنایا ہوا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو حکومت کے کہنے پر لڑ رہے ہیں۔ ابھی ہمارے بیماروں کو ہسپتال میں داخل بھی نہیں کیا جا رہا۔

جناب والا! لاہور میں دن دیہاڑے بارہ بجے، ایک بجے لشکر کا بندہ ہوتا ہے، حکومت کا بندہ ہوتا ہے، پشتے بان ہے، لاہور میں ٹارگٹ کیا جا رہا ہے، کراچی میں کیا جا رہا ہے۔ یہاں پر خفیہ ہاتھ کی

باتیں ہوتی ہیں، غیر ملک ہاتھ کی باتیں ہوتی ہیں مجھے بتائیں، یہ ہاؤس بتائے کہ کون سا بندہ پکڑا گیا ہے اور اس کو سزا ہو گئی ہے۔ جناب چیئرمین! جب ہم لشکر بناتے ہیں تو وہ ہمیں مار دیتے ہیں۔ جب ہم لشکر نہیں بناتے تو پھر ہمیں زبردستی لشکر بنانے کا کہا جاتا ہے۔ دنیا کی تاریخ میں مجھے بتایا جائے کہ زبردستی کسی نے لشکر بنوایا ہے۔ زبردستی کسی نے کسی سے کام لیا ہے؟ ہماری فوج بڑی منظم ہے اس کی ہم بڑی قدر کرتے ہیں، اپنی فوج کی اتنی قدر کرتے ہیں میرے خیال میں، میں ہم اپنے والدین کی اتنی قدر نہیں کرتے۔ جناب چیئرمین! آپ نے چیف آف آرمی سٹاف کو اس دن توسیع دے دی، ٹھیک ہے وہ پیشہ ور ہوگا، اس میں ساری دنیا کی صلاحیتیں ہونگی لیکن جناب چیئرمین! یہ ہیں کس لیے؟ جب آپ ہمیں بزور کہتے ہیں کہ لشکر بنادو، لشکر بناؤ اس کے خلاف لڑو، آپ لڑے کب ہیں۔ جب کشمیر کی جنگ ہوتی ہے تو پھر بھی ہمیں کہتے ہیں کہ آپ آگے ہو جاؤ۔ جب ادھر جنگ ہوتی ہے تو پھر بھی ہمیں کہتے ہیں کہ آگے ہو جاؤ، ہر جگہ پر آپ ہمیں آگے کرتے ہیں۔ یہ ہمارے ملک کے جو اصلی رکھوالے ہیں، جن کی ہم قدر کرتے ہیں، جو ہمارے ٹیکس پر چلتے ہیں، وہ کب لڑائی کریں گے، میں حیران ہوں۔ جب زبردستی لشکر بنایا جاتا ہے پھر ہمیں لاہور میں، پنڈی میں اور لاہور میں مارا جاتا ہے۔ جب ہم لشکر نہیں بناتے تو ہمیں زبردستی جیل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ حاجی عدیل صاحب، افراسیاب صاحب یہاں پر بیٹھے ہیں میں ان کی توجہ چاہتا ہوں، پشاور میں فلائنگ کوچ میں ہمارا بندہ جارہا ہوتا ہے۔

**جناب قائم مقام چیئرمین:** حافظ رشید صاحب میں آپ کو روکنا نہیں چاہتا لیکن مغرب کا وقت ہو جائے گا۔

**سینیٹر حافظ رشید احمد:** میں ختم کر رہا ہوں۔ پشاور میں فلائنگ کوچ میں پولیس آجاتی ہے کہتے ہیں شناختی کارڈ دکھائیں، جب سب دیکھتے ہیں کہ مہمند ایجنسی اور وزیرستان کے دو بندے بیٹھے ہوئے ہیں تو ان کو کہتے ہیں نکل آؤ۔ 'قسم' سے پہلے تو داڑھی والے کو پکڑتے تھے اب بغیر داڑھی والے کو بھی پکڑتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ ایک کو چھوڑ دو، دوسرے کو پکڑ لو، سب کے سب کو پکڑ لیا جاتا ہے۔ پشاور میں، لاہور میں پولیس والے کہتے ہیں کہ ہمیں ہدایات ملی ہیں کہ مہمند ایجنسی اور فاٹا کا ہر بندہ بغیر کسی نسل و رنگ کے پکڑلو اور اسے جیل میں ڈال دو۔ جناب چیئرمین! یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ یقین کریں مجھے رات کو نیند نہیں آتی۔ کبھی کبھار میرا دل کہتا ہے کہ ہم کیا کریں پارلیمنٹیرین لاجز سے نہیں نکل سکتے۔ یہ کیا حالات ہیں؟ انڈیا میں اگر تھوڑی سی کمزوری آجاتی ہے تو وزیر استعفیٰ دے دیتا ہے لیکن یہاں

پر کچھ نہیں ہوتا- جناب والا! میں آپ کے ذریعے سے حکومت سے کہنا چاہتا ہوں، وزیر اعظم صاحب نوٹ کر لیں، جس منسٹر کی منسٹری میں کوتاہی ہے، نااہلی ہے ان کو ختم کر کے دوسرے کو بنا دیا جائے- کیا ہے کہ ایک بندہ آپ نے پکڑا ہوا ہے کہ نہیں بس یہ بندہ ہمارا مسیحا ہے اور یہ بندہ ہر مرض کی دوا ہے، یہ بندہ ہر فن مولا ہے، اس میں کیا ہے؟ بندے کو تبدیل کر دو- ہفتہ دو ہفتے اگر نہیں ٹھیک چل رہا تو دوسرا بھی تبدیل کر دو- کیا ہے؟ یہ تنخواہ لیتا ہے، ہمارے پیسے لیتا ہے- جناب وزیر اعظم صاحب اس بات کا نوٹس لیں کہ جو نااہل ہے، اس کو نااہلی کی سزا دے کر اس کو ہٹا دیا جائے اس کی جگہ دوسرا بندہ لایا جائے-

**جناب قائم مقام چیئر مین:** شکریہ حافظ صاحب-

**سینیٹر حافظ رشید احمد:** جناب چیئر مین! میں آخر میں حبیب جالب صاحب، مولا بخش صاحب، میاں افتخار صاحب کے بیٹے اور جو بھی شہید ہوگئے ہیں ان کے لیے دعا کرتا ہوں کہ ان کے پسماندگان کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا فرمائے- ان کو اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے، ہمارے ملک کو امن کا گہوارہ بنائے- ہمارا ملک بہت پیارا ملک ہے اور ہم نے بڑی جدوجہد کے ساتھ حاصل کیا تھا- جناب چیئر مین! مجھے رونا آتا ہے کہ فاٹا نے اور بلوچستان نے بڑی جدوجہد کے ساتھ یہ حاصل کیا تھا اب وہی بلوچستان والوں کے ساتھ، وہی فاٹا والوں کے ساتھ ظلم روا رکھا جا رہا ہے جو کسی اور کے ساتھ نہیں- جناب چیئر مین! اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ ہمارے ملک کو امن کا گہوارہ بنائے- شکریہ-

**جناب قائم مقام چیئر مین:** مہربانی- جی رضا ربانی صاحب- آج cooling system off ہے- Like good Pakistanis ہمیں گرمی کا احساس ہو رہا ہے-

**سینیٹر میاں رضا ربانی:** جناب چیئر مین! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے اس موقع پر مجھے اظہار خیال کا موقع فراہم کیا لیکن جناب چیئر مین! اس سے پہلے کہ میں جالب صاحب کے بارے میں، دشتی صاحب کے بارے میں، میاں صاحب کے صاحبزادے کے بارے میں اور دیگر شہدا کے بارے میں گفتگو کروں، میں یہ لازم سمجھتا ہوں کہ جو میرے احساسات ہیں ان کو میں floor of the House پر آپ کے سامنے اور آپ کے توسط سے پورے House تک ضرور پہنچاؤں- یوں تو جو تقریر ڈاکٹر مالک صاحب نے کی یا جو تقریر شاہد بگٹی صاحب نے کی، شاید میرے جذبات اور احساسات ان سے کچھ کم نہیں تھے اور نہیں ہیں لیکن پھر میرے ذہن میں یہ بات آئی اور جب میں نے وہ بات سوچی تو

یقیناً کچھ لمحوں کے لیے میں خود اپنی نظروں میں گرا اور میں نے یہ سوچا کہ ایک انسان ہونے کے باوجود کچھ میری کیفیت ایک گدھ کی طرح ہوتی جا رہی ہے اور وہ یہ کہ ہر session میں تقریباً ایک یا دو مرتبہ میں کھڑا ہوتا ہوں اور گدھ کی طرح اپنے ان دوستوں، ساتھیوں اور بھائیوں، جن کے ساتھ ہم نے اکٹھے جدوجہد کی، جن کے ساتھ ہم نے اکٹھے اس ملک کو ایک وفاقی democratic state بنانے کے لیے جدوجہد کی، ان کی لاشوں پر میں بیٹھ کر جذباتی تقریریں کر کے اپنے احساسات کو اخبارات تک پہنچا کر، میں اپنی سیاست کو چمکاتا ہوں۔ پھر میں نے یہ سوچا کہ اس کا متبادل کیا ہو سکتا ہے کیونکہ یقیناً حبیب جالب کا قتل، دشتی کا قتل، میاں افتخار کے صاحبزادے کا قتل اور ان سینکڑوں نوجوانوں، ماؤں، بہنوں اور بچوں کا قتل، یقیناً تاریخ ایک ایسے موڑ پر ہمیں لے کر جا رہی ہے جہاں پر اب وفاق کے وجود پر گھرے بادل منڈلا رہے ہیں۔ میں یہاں پر آپ کے توسط سے یہ بات ضرور کہنا چاہوں گا جناب چیئرمین! کہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اب تاریخ کے اندر وہ وقت حقیقی طور پر آچکا ہے جب، چاہے وہ Treasury benches ہوں یا وہ Opposition benches ہوں، اگر ہم نے تاریخ کے دھارے کو نہ سمجھا اور اگر ہم نے political forces کے عمل کو نہ سمجھا تو یقیناً آنے والی تاریخ اور آنے والا کل اس generation کے سیاستدانوں کو اور اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کی اشرافیہ یعنی ruling elite کو معاف نہیں کرے گا۔ اس وقت تاریخ یہ نہیں دیکھے گی کہ Prime Minister کون تھا، قائد حزب اختلاف کون تھا، Chief of Army Staff کون تھا، President کون تھا۔ تاریخ یہ دیکھے گی کہ پاکستان کی اشرافیہ، پاکستان کی ruling elite اپنے تاریخی کردار کو پورا کرنے میں ناکام ہو گئی اور جب وہ اپنے تاریخی کردار کو پورا کرنے میں ناکام ہوئی ہے تو یقیناً اس کے سنگین نتائج وفاق پاکستان پر بھی پڑیں گے۔

لہذا جناب چیئرمین! پاکستان کی اشرافیہ اور پاکستان کی ruling elite کو اگر کوئی jolt دے سکتا ہے تو وہ یہ دونوں ایوان ہیں۔ اب یہ ان دونوں ایوانوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کو اس حقیقت سے آگاہ کریں۔ وزیر داخلہ میرے دوست ہیں، میرے محترم ہیں لیکن آج ان کی غیر موجودگی کس بات کا signal دیتی ہے؟ یہ signal دیتی ہے جناب چیئرمین! کہ business as usual. یعنی تقاریر ہوں گی، غم اور غصہ نکالا جائے گا اور کل آکر وہی بیان دے دیا جائے گا لیکن حالات کی سنگینی business as usual کا تقاضا نہیں کرتی۔ جناب چیئرمین! حالات کی سنگینی out of the box thinking کا تقاضا کرتی ہے۔ حالات کی سنگینی اس مسئلے کے اوپر ایک grand

national alliance کی بات کرتی ہے ۔ جس میں تمام سیاسی سوچیں تمام democratic forces کو اکٹھا کرکے ایک رائے پیدا کریں ۔ جیسے وزیراعظم نے پارلیمان کے مشترکہ اجلاس میں کیا اور اس کے نتیجے میں پارلیمانی کمیٹی بنی اس کی سفارشات آئیں، ان سفارشات پر عمل درآمد ہونا چاہیے تھا آج شاید حالات میں تھوڑی سی بہتری سامنے نظر آرہی ہے لیکن چلیں، وہ ہوگیا ہمیں آج اس بات کو دیکھنا ہے جناب چیئرمین ! میرے مطابق ہو سکتا ہے کہ میرا تجزیہ غلط ہو ۔ اس وقت دو قسم کے terrorisms ہیں جو پاکستان کے اندر ہو رہے ہیں ۔ ایک terrorism وہ ہے جو furtherance of a political agenda ہو رہا ہے اور اس میں let us be very clear about it کہ ایک political agenda ہے اور اس کو حاصل کرنے کے لیے دہشت گردی کا سہارا استعمال کیا جا رہا ہے اور اس کو پورا کرنے کے لیے آپ کے non- state actors ہیں اور ان non-state actors کے ساتھ جب حالات ایسے بن جاتے ہیں تو پھر آپ کا criminal element بھی اپنے ہاتھ اسی کے اندر دھونے کے لیے شامل ہو جاتے ہیں ۔

میری نظر میں دوسرا terrorism جو اس ملک میں ہو رہا ہے ۔جناب چیئرمین! وہ economic terrorism ہے اور ان دونوں terrorism کے درمیان میرے نقطہ نظر کے مطابق ایک nexus موجود ہے ۔ جہاں تک بلوچستان کا تعلق ہے ۔ جناب چیئرمین! بلوچستان کی صورت حال ایک multi-dimensional صورت حال ہے ۔ بلوچستان کے اندر ایک تاریخی احساس محرومی ہے ۔ بلوچستان کے عوام کے economic, political and cultural rights کو عرصہ دراز تک سلب کیا گیا ۔ وفاق نے بلوچستان کے عوام کے ساتھ جو وعدے کیے ان وعدوں کو وفا نہیں کیا گیا، ان وعدوں کے وفا نہ ہونے کی وجہ سے ایک trust deficit نے جنم لیا اور آج یہاں ممبران بیٹھے ہیں ۔ حاصل صاحب یہاں بیٹھے ہیں، مالک صاحب بیٹھے ہیں شاید ابھی یہاں نہیں ہیں لیکن جب اٹھارھویں ترمیم کی کمیٹی میں بیٹھے تھے تو یہ کہتے تھے اور درست کہتے تھے ۔ ماضی کی تاریخ کے تجربے کی روشنی میں کہتے تھے کہ لکھ لو، جو کچھ تم نے یہاں لکھنا ہے لیکن عمل درآمد ہوگا تو ہم بات کو جانیں گے ۔ وہ trust deficit آج بھی موجود ہے اور جب تک اس trust deficit کو دور نہیں کیا جائے گا جب تک ان تمام چیزوں کا عملی طور پر بلوچ عوام کو فائدہ نہیں پہنچے گا اس وقت تک اس trust deficit کو ختم نہیں کیا جا سکتا ۔ اس کی وجہ سے جو ultra nationalist forces تھیں انہوں نے جنم لیا اور ultra nationalist forces نے اپنے ایجنڈے کو آگے بڑھایا ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان کا ایجنڈا صحیح تھا یا

درست تھا لیکن یہ میرا ایک تجزیہ ہے اور ان کے extreme کے نعرے میں nationalist forces کو corner کرنے کی کوشش کی۔ nationalist forces کو یہ کہا گیا کہ dialogues اور پارلیمان کے ذریعے سے آپ کو کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ اسلام آباد اپنا چنگل کوئٹہ کے اوپر کمزور نہیں کرے گا ان کو corner کرنے کی کوشش کی گئی لیکن میں سلام کرتا ہوں ان nationalist forces کو جنہوں نے باوجود ان حالات کے پارلیمان کی سیاست کو اور mainstream politics کو نہیں چھوڑا اور میں یہ نہیں کہتا کہ اٹھارھویں ترمیم حرف آخر ہے لیکن میں یہ ضرور کہتا ہوں کہ اور باقی provisions اٹھارھویں ترمیم کی، صوبائی خود مختاری کی، آپ ایک طرف رکھ دیں لیکن جو ان کو کامیابی ہوئی ۔ Article 172 کے اندر amendment لانے میں Oil & Gas آدھا، آدھے کی ملکیت انہوں نے وفاق سے لی، میں سمجھتا ہوں کہ وہ تاریخ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ parallel ultra –nationalist forces, property mafia جو یقیناً کوئٹہ میں موجود ہے kidnapping for ransom جو یقیناً بلوچستان اور پاکستان میں موجود ہے ۔اس کے ساتھ ساتھ ethnic factor جس سے ہمیں آنکھیں نہیں چرانی چاہیئں کیونکہ آنکھیں جتنی چرائیں گے اتنا مسائل کا حل ہمارے سامنے نہیں آئے گا۔ اس کے ساتھ ساتھ sectarianism یہ وہ تمام factors ہیں جو اس وقت وہاں کارفرما ہیں اور یہ جو killings ہیں اگر آپ ان کو اٹھا کر دیکھیں تو یہ message ہے nationalist forces کو، جو with in mainstream رہ کر کام کر رہی ہیں کہ جو gains تم نے حاصل کیے ہیں ان کو ہم اب دہشت کے ذریعے سے تمہیں اور تمہارے راستے سے ہٹانے کی کوشش کریں گے۔

( اس مرحلے پر اذان مغرب ہاؤس میں سنائی گئی )

**جناب قائم مقام چیئرمین:** آپ تشریف رکھیں۔

**جناب قائم مقام چیئرمین:** جی رضا صاحب۔

**سینیٹر میاں رضا ربانی:** جناب چیئرمین! میں عرض کر رہا تھا۔ اس صورت حال کو میں مختصر بیان کروں گا۔ اس صورت حال میں یہ بات بھی روز روشن کی طرح واضح ہے کہ ہمارے پاس جو انتظامی پرانے طریقہ کار موجود تھے، وہ ہمیں results نہیں دے سکے۔ لہذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ایک نیا administrative set up جو civil bureaucracy پر مشتمل ہو، معرض وجود میں

لایا جائے، جس میں local participation زیادہ ہو اور جسے terrorism کے طریقہ کار سے آگاہی ہو۔ کیونکہ terrorism کی جنگ ایک نہایت ہی sophisticated اور scientific چیز ہے۔ اس کو پولیس کے پرانے طریقوں سے پورا نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا اس کے ساتھ ساتھ intelligence sharing کو ہمیں بہتر بنانا پڑے گا اور میں سمجھتا ہوں کہ ڈسٹرکٹ اور تحصیل کے level تک intelligence sharing موجود ہوتا کہ ان علاقوں میں واردات ہونے سے پہلے کسی قسم کی آگاہی موجود ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی بھی اشد ضرورت ہے کہ اگر اس نئے investigative طریقہ کار سے لوگ پکڑے جائیں تو پھر ان لوگوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے۔

میں اس بات کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ judiciary کا ہم کیا کریں۔ ہم نے دہشت گرد کو پکڑا اور judiciary نے اس کو release کر دیا۔ مسئلہ یہ ہے جناب چیئرمین! کہ اگر آپ کے قانون میں loopholes ہوں گے، اگر آپ کی investigation کا طریقہ کار faulty ہو گا تو پھر آپ judiciary سے کیا expect کر سکتے ہیں کہ آپ ثبوت بھی نہ دیں یا reasonable ثبوت بھی نہ دیں اور آپ کے قانون میں لچک بھی ہو اور پھر آپ کہیں کہ judiciary لوگوں کو چھوڑ رہی ہے۔ It is unfortunate Mr. Chairman that the terrorist attack was there or is there, given an amending ordinance about the terrorist attack لیکن inter-ministerial wrangle میں وہ آرڈیننس lapse کر گئے۔ جو تھوڑے بہت teeth آپ نے Terrorist Ordinance کو دیے تھے وہ بھی ختم ہو گئے۔ اس کے lapse ہونے کے بعد اتنا عرصہ گزرا I would have thought that to stop insurgency اس کو آپ کم از کم re-promulgate کر دیتے لیکن میری نظر سے تو یہ بھی نہیں گزرا کہ وہ re-promulgate ہوا ہے۔ لہذا اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ جیسے باہر کے ممالک میں human rights کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے نئے stringent قوانین پورے ملک کے لیے اور بالخصوص صوبہ پختونخوا میں جو صورت حال پیدا ہو رہی ہے اور سوات میں جو صورت حال پیدا ہوئی ہے، وہاں کے لیے نئے قوانین دیکھے جائیں۔ یہاں میں یہ بھی آپ کے سامنے اور آپ کے توسط سے اس ایوان کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ پارلیمنٹ کی Committee on National Security، جس کے افراسیاب صاحب بھی ممبر ہیں، اس بات پر غور کر رہی ہے کہ اپنی نئی سفارشات میں وہ اس ضمن میں حکومت کو کیا نئی سفارش کر سکتی ہے۔

Very quickly two small points Mr. Chairman اور وہ یہ کہ یہاں پر اس
صورت حال میں جو صوبہ specific ہے، وہاں پر ایک اور conspiracy afoot ہے اور وہ پاکستان کو
destabilize کرنے کی conspiracy ہے۔ اس لیے آپ کراچی میں بھی واقعات دیکھتے ہیں۔ آپ لاہور
میں بھی واقعات دیکھتے ہیں۔ آپ پاکستان کے دیگر شہروں میں بھی واقعات دیکھتے ہیں۔ اس theory کے
پیچھے کیا ہے؟ وہ ایک بڑی لمبی اور طویل بحث ہو جائے گی لیکن میں صرف اتنا اشارہ دیتے ہوئے آگے
بڑھوں گا کہ بہت سے think tanks نے بہت سے باتیں لکھیں اور بہت سی باتیں کہیں، بہت سے
لوگوں نے پاکستان کے strategic assets کے بارے میں بہت کہا اور بہت لکھا، لہذا ایک یہ
factor بھی موجود ہے، جو overall destabilization of Pakistan کی طرف لے کر جا رہا ہے۔
آخر میں جناب چیئرمین! جو بات میں نے پہلے کہی تھی اور میں نے کہا تھا کہ ایک nexus ہے
physical terrorism کے درمیان اور economic terrorism کے درمیان اور economic
terrorism کے لیے میں صرف اتنا کہوں گا کہ Mr. Chairman gap between the haves
and haves not is increasing rapidly اور اگر اس gap کو bridge نہ کیا گیا تو یقین کریں
کہ پاکستان کی اشرافیہ اس کا سامنا نہیں کر پائے گی۔ اس وقت بڑا اچھا لگتا ہے کہ international
donors سے ہم اپنی aid لے لیں اور مجھے پتا ہے کہ اس کے بغیر it will be a difficult task
لیکن کیا چین کی مثال ہمارے سامنے نہیں ہے؟ کیا. وہ اپنے گرد ایک iron curtain ڈال کر اپنی
economic development کی طرف آگے نہیں بڑھے؟ Cannot we tighten our belts
کیونکہ ان سے جو conditionalties جنم لیتی ہیں، ان کی وجہ سے جو غریب ہے، وہ غریب تر ہوتا چلا
جا رہا ہے اور اس کی وجہ سے ایک بے چینی پیدا ہو رہی ہے اور میں نے اسی floor پر budget
session میں کہا تھا and Mr. Chairman, I will repeat myself that there is
revolution in the air, in the streets of Pakistan. اس سے بھی بد امنی پیدا ہوتی
ہے۔ پہلے terrorism سے بھی بدامنی پیدا ہوتی ہے، nexus دونوں کے درمیان موجود ہے۔ میں عوام
کی بات نہیں کروں گا کیونکہ عوام تو پہلے ہی سہہ رہے ہیں، میں پھر اپنی بات کروں گا، پاکستان کی
ruling classes کی کروں گا کہ اب تاریخ ان کو دیکھ رہی ہے کہ آیا they will answer the
clarion call of history or they will throw the gauntlet and become a
part of the ashes. Thank you Mr. Chairman.

Mr. Acting Chairman: Thank you. Justice Thahim Sahib, please take the floor on behalf of PML (Functional).

سینیٹر جسٹس (ریٹائرڈ) عبدالرزاق اے تھہیم: جناب چیئرمین! شکریہ کہ آپ نے مہربانی فرما کر مجھے وقت دیا۔ میرے دوستوں نے اپنی جو تجاویز دیں، اظہار خیال کیا اور رضا ربانی صاحب، حافظ رشید صاحب، عبدالمالک صاحب نے جو کہا یہ تو حقائق ہیں۔ اس سلسلے میں second opinion کوئی نہیں ہے کہ ہم ان باتوں کو نہ مانیں۔ جناب چیئرمین! میں اب سوچ رہا ہوں کہ کہاں سے شروع کروں اور کہاں پر ختم کروں۔ بلوچستان میں حبیب جالب صاحب کی اب شہادت ہوئی ہے، اس سے پہلے جسٹس محمد نواز مری کو کوئٹہ شہر میں قتل کیا گیا لیکن ابھی تک کچھ پتا نہیں چلا۔

جناب والا! چھ incidents ہوئے ہیں، دل روتا ہے کہ افتخار صاحب کا اکلوتا بیٹا شہید ہو گیا اور جناب چیئرمین! آج پھر اس کے گھر پر تعزیت کے لیے آنے والے آٹھ آدمی شہید ہو گئے ہیں۔ میں کس کی بات کروں؟ میں کراچی سے آج آیا ہوں، وہاں روزانہ آٹھ، دس آدمی target killing میں مارے جا رہے ہیں، میں کسی کو دوش دے کر اس کو controversial نہیں بنانا چاہتا مگر جناب! وہاں پولیس بھی، رینجرز بھی ہے لیکن کیا ایک بھی آدمی پکڑا یا مارا گیا ہے؟ کیا کریں، ہم بے بس ہو گئے ہیں، گھر سے نکلتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ زندہ واپس گھر آئیں گے یا نہیں۔

جناب! داتا صاحب کا المیہ، دشتی صاحب کا قتل، میں آپ کو اور کتنے واقعات بتاؤں جو ہوئے ہیں۔ اس کا کوئی علاج تو بتائیے؟ رحمٰن ملک صاحب نہیں ہیں، کراچی میں کوئی بھی واقعہ ہوتا ہے تو وہ فوراً پہنچ جاتے ہیں۔ کل بھی آئے، میں بھی Chief Minister Sahib کو ملا تھا۔ خدا کے لیے سوچیں کہ اس target killing میں ایک آدمی بھی نہیں پکڑا گیا اور جناب! کہتے ہیں کہ سوات اور وزیرستان میں ہزاروں لوگ پکڑے گئے ہیں۔ جناب والا! ہزاروں تو پکڑے گئے لیکن کسی ایک کو سزا ہوئی ہے؟ مجھے یاد ہے، انگریزوں کا زمانہ تھا، شکار پور کے نزدیک ایک ڈکیتی ہوئی تھی اور ملزم پکڑے گئے تھے۔ عدالت نے یہ فیصلہ دیا تھا کہ ان کو شکار پور میں سرعام پھانسی دی جائے۔ اس وقت ہم چھوٹے تھے، وہ آدمی بڑے سردار کا خاص آدمی تھا۔ قاضی فضل اللہ Chief Minister تھا، ان کے پاس سردار صاحب گئے، میں بھی ساتھ تھا، انہوں نے کہا کہ سزا تو ہو گئی ہے مگر کھلے عام پھانسی نہ دیں، ہماری بے عزتی ہو گی۔ Chief Minister نے کہا کہ جناب، آپ اپنا خیال رکھیں، ایسا نہ ہو کہ یہ آپ سے قابو نہ آئے۔ پھر عیدو بلیدی کو شکار پور میں سرعام پھانسی دی گئی اور جرم کم ہو گیا۔

جناب! سعودی عرب والے ہم سے کم criminals نہیں ہیں۔ مگر ان کو پتا ہے کہ ہم پکڑے جائیں گے اور سرعام پھانسی پر چڑھائے جائیں گے۔ یہاں پر سزا کی one per cent ratio بھی نہیں ہے۔ جس طرح رضا ربانی صاحب نے کہا کہ سزا دینے کے لیے evidence چاہیے مگر جب جیلوں میں ہزاروں terrorists پڑے ہوئے ہیں، پکڑے گئے ہیں، اخبارات میں سرخیاں چھپتی ہیں، مبارک باد دی جاتی ہے تو جناب! مجھے ایک بھی بتائیں جس کو سزا ہوئی ہے یا کوئی کیس چلا ہے؟ اگر یہ حال ہو گا کہ آدمی کو پتا ہو کہ ہمیں سزا تو نہیں ہونی تو پھر جرم کیوں نہ کرے۔ یہ پتا ہے کہ کراچی میں موٹر سائیکل پر آ کر لوگوں کی target killing کریں گے، وہاں پر رینجرز اور پولیس بھی کھڑی ہے لیکن اگر نہیں پکڑا جاتا تو کیا ہو سکتا ہے؟ یہ چیزیں ایسی ہیں جن پر جناب! دکھ ہوتا ہے۔ کوئی آدمی safe نہیں ہے۔ آپ کے بندے بھی safe نہیں ہیں، میں آج سن رہا تھا کہ آپ ڈیرہ مراد جمالی میں کیا کر رہے ہیں، ہم کیا کریں اس کا کوئی حل ہونا چاہیے کہ ملک میں سلامتی ہو۔ Terrorism تو آ گیا ہے، گلے میں پڑ گیا ہے، مگر اس کا علاج تو ہے۔ Motorcycle پر ایک آدمی آ رہا ہے، rangers بھی کھڑے ہیں، اس کو پکڑ نہیں سکتے، کراچی میں ایک بھی نہیں پکڑا گیا، اگر پکڑا جاتا ہے تو چھوڑ دیتے ہیں۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ ہم پاکستانی ہیں، خدا پاکستان کو سلامت رکھے، ہم بیٹھ کر سب کو on board لے کر کوئی طریقہ کار بنائیں۔ پہلے تو army پر blame ہوتا تھا کہ army آ گئی ہے، army کو چھوڑیں، لاہور میں مارشل لاء نہیں لگا تھا، تھوڑے ٹکڑے پر نہیں لگ سکتا، ایسے نہیں ہے کہ army take over کرے، میں اس کے حق میں نہیں ہوں۔ ہم آدمیوں کو نہیں سنبھال سکتے تو کوئی ایسا طریقہ کار بنائیں کہ ان کو بھی involve کریں، وہ بھی ہماری establishment ہے، ان کو power نہ دیں، مگر ان کو involve کریں، اگر نہیں چلا سکتے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ خدارا ساری political parties بیٹھ کر، اکٹھے ہو کر اس کا حل ڈھونڈیں۔ Thank you very much.

**جناب قائم مقام چیئرمین:** شکریہ جی۔ رضا ربانی صاحب! آپ نے بات کی تھی، Interior Minister اجازت لے کر گئے ہیں، کہتے ہیں کہ کوئی additional information آ رہی ہے، میں نے کہا کہ کل لے آئیں اور سارے House کو confidence میں لیں۔ صرف ایک خوف ہے کہ House کو confidence میں لینے سے پہلے media کو نہ بتا کر آئیں۔ جی پروفیسر ابراہیم صاحب۔

سینیٹر پروفیسر محمد ابراہیم خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ جناب چیئرمین۔ جناب چیئرمین! آج وسیم سجاد صاحب نے قاضی عبداللطیف صاحب کے بارے میں اور میاں رضا ربانی صاحب نے حبیب جالب بلوچ صاحب اور مولا بخش دشتی صاحب کے بارے میں قراردادیں پیش کیں۔ قاضی عبداللطیف صاحب بقضائے الہیٰ وفات پا گئے ہیں اور وہ اس ایوان کے رکن رہے ہیں، انہوں نے اس ایوان میں نفاذ شریعت ایکٹ پیش کیا تھا جس کے نتیجے میں متحدہ شریعت محاذ بنا تھا۔ میں نے اس وقت ان کے ساتھ کام کیا اور وہ IJI, ملی یک جہتی کونسل اور MMA میں صوبے کے صدر رہے، وہ انتہائی جید عالم دین تھے، وہ آج ہم سے رخصت ہو چکے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ حبیب جالب بلوچ کے ساتھ میرا کوئی زیادہ طویل رابطہ نہیں رہا، APDM کے دوران ان کے ساتھ رابطہ رہا اور وہ خوشگوار مزاج کے معتدل سیاست دان تھے، آج اعتدال کو نہ تو پسند کیا جاتا ہے اور نہ ہی برداشت کیا جاتا ہے، ان کو بھی کوئٹہ میں شہید کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ ان کو بھی مغفرت سے نوازے۔ آج سے تین دن قبل، پبی میں میاں راشد حسین کا بہیمانہ قتل ہوا اور یہ انتہائی افسوسناک اور قابل مذمت ہے۔ آج فاتحہ خوانی کی مجلس پر، پبی میں پھر حملہ ہوا اور یہ بڑا واقعہ ہے، خیبر پختونخوا اور FATA میں مہینے میں تیسرا بڑا واقعہ ہے۔ اس سے پہلے تیمر گرہ چھاؤنی میں واقعہ ہوا اور اس سے پہلے یکہ غنڈ مہمند ایجنسی میں ایک واقعہ ہوا تھا، یکہ غنڈ میں 100 افراد شہید کئے گئے تھے۔ جناب چیئرمین! یہ حکومت کی طرف سے بتایا گیا کہ وہ خود کش حملہ تھا لیکن وہاں کے مقامی لوگ کہتے ہیں کہ یہ خود کش حملہ نہیں تھا، یہ drone attack تھا اور اس کی کوئی تفتیش اور تحقیق نہیں ہوئی۔ جناب چیئرمین! میں سمجھتا ہوں کہ اس واقعے سے زیادہ افسوسناک واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد پکڑ دھکڑ کا ایک سلسلہ شروع ہوا اور مہمند ایجنسی سے ملحقہ ضلع چارسدہ اور ضلع پشاور کے علاقے سے 1000 سے زیادہ افراد کو گرفتار کیا جا چکا ہے لیکن کوئی قانون، کوئی عدالت، کوئی فرد جرم اور کوئی FIR نہیں ہے، ان کو عقوبت خانوں میں رکھا جاتا ہے۔ یہی صورت حال تیمر گرہ چھاؤنی کے واقعے کے بارے میں بتائی جاتی ہے، وہاں پر لوگ یہ بتاتے ہیں کہ اس واقعے سے پہلے فوجی چھاؤنی میں فوج کا عقوبت خانہ تھا اور سڑک پر لوگوں کی چیخ و پکار سنائی دیتی تھی اور اس کے بعد یہ واقعہ ہو گیا اور پھر اس واقعے کے بعد کچھ لوگوں کو بتایا گیا کہ جن کے عزیز و اقارب کو وہاں پر قید رکھا گیا تھا، وہ اس حادثے میں جاں بحق ہو چکے ہیں۔ بہت سارے افراد وہ ہیں جن کے لواحقین کو کچھ معلوم

نہیں ہے کہ ان کے رشتے داروں کا کیا بنا ہے اور یہ بتایا جاتا ہے کہ فوج نے بہت ساری لاشوں کو وہاں سے اٹھا کر مختلف مقامات پر پھینک دیا ہے۔

جناب چیئرمین! اورکزئی ایجنسی میں چند مہینوں سے اخبار میں خبر چھپتی ہے کہ 20 سے 50 تک دہشت گرد ISPR کی briefing کے مطابق روزانہ قتل ہو رہے ہیں لیکن اس کے باوجود operation ختم ہونے کا نام نہیں لے رہا اور کسی آزاد ذریعے سے اس بات کی تصدیق کا کوئی امکان نہیں ہے کہ ISPR سچ بول رہا ہے یا جھوٹ بول رہا ہے۔ جناب چیئرمین! میرے صوبے FATA میں پہلے سے police موجود نہیں ہے، وہاں پر فوج پہنچ گئی ہے اور فوج کا راج ہے، وہاں پر نہ ملکی قانون ہے نہ فوج کا قانون ہے اور نہ جنگ کا قانون ہے اور وہاں پر قابض فوج جو کچھ اور جیسا کرنا چاہے، ان کو مکمل اختیار ہے، اس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے اور نہ ہی media کے ذریعے اس بات کی تصدیق کا امکان ہے نہ ہی ضرورت سمجھی جاتی ہے کہ جو کچھ کہا جاتا ہے، فی الواقع وہی ہو رہا ہے یا اس کے علاوہ کچھ اور ہو رہا ہے۔ صوبے میں بھی صورت حال یہ ہے کہ police سے بھی ہمیں زیادہ توقع نہیں لیکن police مکمل طور پر بے اختیار ہے، سارا اختیار فوج کو ہے۔

جناب چیئرمین! فوج اور police دونوں کی طرف سے برملا اس بات کا اظہار اور اعلان ہوتا رہا ہے کہ عدالت اور قانون پر ان کو کوئی اعتماد نہیں ہے ، اس صورت حال میں امن و امان کا مسئلہ درست ہو، کبھی ممکن نہیں۔ مجھے محترم جسٹس صاحب اور محترم میاں رضا ربانی صاحب سے مکمل اتفاق ہے کہ آپ قانون کو درست بنائیں، تفتیش کے طریقہ کار کو درست بنائیں لیکن سال سے زیادہ عرصہ گزرے اور ہزاروں افراد آپ کے عقوبت خانوں میں سڑتے رہیں اور ان پر اس طرح کا واقعہ کر ڈالیں اور ان کی لاشوں کو اٹھا کر دوسری جگہوں پر پھینک دیں تو اس طریقے سے امن و امان کبھی بھی بحال نہیں ہو سکتا۔ امن و امان کی بحالی کے لیے عدالت ہے، امن و امان کی بحالی کے لیے عدل و انصاف ہے، امن و امان کی بحالی کے لیے قانون اور عدالت ہے، اس کے بغیر امن و امان کو کسی صورت میں بھی بحال نہیں کیا جا سکتا۔ جناب چیئرمین! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کی وساطت سے حکومت سے میری یہ گزارش ہو گی کہ آپ قانون کے ذریعے انصاف فراہم کریں، مجرم کو مکمل اور کڑی سزا دے دیں لیکن جو بے گناہ ہے، اس کو کبھی نہ ستائیں، اس کو عقوبت خانوں میں مہینوں اور سالوں تک بند نہ رکھیں، اس ملک میں امن و امان بحال ہو سکتا ہے لیکن اس طریقے سے جو کچھ روا رکھا جا رہا ہے، یہ امن و امان کی بحالی کا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ بہت بہت شکریہ۔

**Mr. Acting Chairman:** Thank you. The House stands adjourned to meet again on Tuesday the 27th July, 2010 at 10.30 a.m. Thank you.

----------

*[The House was then adjourned to meet again on Tuesday the 27th July, 2010 at 10.30 a.m]*

----------